دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماهنامه

نقوش اسلام

خصوصی اشاعت بیاد حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

VOL.No.11	اگست/ستمبر ۲۰۱۶ء (Aug.Sep2016) ذی قعدہ/ ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ	Issue.No.6,7

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ "نقوش اسلام" مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ .... ۲۰ روپے
سالانہ .... ۲۴۰ روپے
خصوصی .... ۵۰۰۰ روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰ ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خصوصی اشاعت بیــــاد حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
میرے والد ماجد اپنے رب کے دربار میں	محمد مسعود عزیزی ندوی	
دعائیہ کلمات		۱۴
والد صاحب کی وفات پر تعزیتی کلمات	محمد مسعود عزیزی ندوی	
احساسات		۲۴
حافظ عبدالستار صاحب کی حسین یادیں	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
احساس جدائی		۲۶
میرے ہمراز وہم باز وہم عصر……	الحاج منشی عبدالغفور نعمت پور	
غم محسن		۲۷
منشی عبدالستار عزیزی - حیات مستعار	مولانا محمد اختر قاسمی، ریڑھی	
غم مشفق		۲۸
میرے بیحد مشفق ومہربان استاد	مولانا ظریف احمد قاسمی، قطر	
احساس دل		۲۹
آہ! میرے مربی ومشفق استاد	مولانا قاری عاشق الٰہی قاسمی	
غم جدائی		۳۰
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر	مولانا محمد ہاشم قاسمی چھٹمل پور	
تأثرات		۳۲
وہ مر کے بھی بولے جارہے ہیں	مولانا کبیرالدین فاران	
خصائل		۳۴
استاد محترم کی وفات	مولانا جمشید علی قاسمی، ریڑھی	
محسن وغمخوار		۳۵
شرافت ونجابت کا مجسمہ	مولانا صغیر احمد قاسمی، ریڑھی	
اخیار قوم		۳۶
آہ! نمونہ اخیار	مولانا محمد اطہر، جمال پور	
یاد رفتگاں		۳۷
تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
نیر تاباں		۴۰
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم	مولانا سید محمد ریاض ندوی	
حقیقت		۴۲
آہ! بزرگ صفت انسان نہ رہا	مولانا محمد عزیز اللہ ندوی	
مونس وغمخوار		۴۴
حافظ صاحب ایک مخلص اور ہمدرد انسان تھے	مولانا محمد زاہد حسین ندوی	
نقوش حیات		۴۵
آہ! حسن اخلاق کا پیکر رخصت ہوگیا	مولانا مفتی خورشید احمد	
مرثیہ		۴۶
تا عمر یاد آئیں گے عبدالستار بھی	مولانا قاری ذی النورین	
حسین یادیں		۴۷
حافظ صاحب کی کچھ یادیں کچھ باتیں	مولانا محمد سلیم کھجناوری	
کوہ گراں		۴۸
وہ چلے سوئے منزل ہمیں چھوڑ کر	محترمہ انیسہ خاتون، جمال پور	
صفات حمیدہ		۴۹
خدا بخشے بڑی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں	مولوی محمد اکرم، جمالپور	
حافظ صاحب اپنی تحریروں کے آئینے میں		
مقالات عزیزی		۵۰
مکتوبات عزیزی		۵۹
شذرات عزیزی		۶۵

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

میرے والد ماجد حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوگئے

محمد مسعود عزیزی ندوی

والدین اللہ کی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، جس کا دنیا میں کوئی بدل نہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے والدین یا ان دونوں میں سے کوئی ایک زندہ ہے، اوران کی خدمت کی اللہ تعالی نے توفیق دے رکھی ہے، میری والدہ ماجدہ تو ۲۰؍فروری ۲۰۱۲ءکواللہ تعالی کے حضور حاضر ہوگئی تھیں، اب والد ماجد حضرت حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ بھی عمر عزیز کے۸۴؍سال تین ماہ ۱۶؍دن پورے کرکے ۱۷؍جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار کو ڈیڑھ بجے کے قریب اپنے پروردگار کے پاس چلے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، والد ماجد کو اکثر لوگ منشی جی یا ماسٹر جی کے نام سے یاد کرتے تھے، کیونکہ وہ ایک عرصے تک اسکول میں پھر مدرسہ میں ماسٹر رہے، اورطویل عرصے تک پوسٹ آفیس میں برانچ پوسٹ ماسٹر رہے، حالانکہ وہ حافظ قرآن تھے۔

✲✲✲✲✲ ———— ✲✲✲✲✲

والد ماجدؒ کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۲ءکو جمعہ کے روز منشی عبدالعزیز صاحبؒ کے یہاں ہوئی، منشی عبدالعزیز صاحبؒ مظفرآباد کے رئیس اور زمیندار تھے، ان کا علاقے میں احترام اوروزن تھا، سب ان کی قدر کرتے تھے، وہ بھی سب کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتے تھے، تقسیم ہند سے پہلے وہ ایک ماہ سہارنپور ریلوے اسٹیشن کے اسٹیشن ماسٹر بھی رہے، مگران کی طبیعت اور گھر کا ماحول اور زمیندارانہ سوچ نے انگریزوں کی نوکری پسند نہیں کی اور ایک ماہ بعد سبکدوش ہوکر گھر چلے آئے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا، اکثر بزرگوں کے یہاں آمدورفت رہتی تھی، حضرت تھانویؒ کے یہاں بھی جاتے تھے، اورحضرت مولانا اسعداللہ صاحبؒ ناظم مظاہرعلوم سہارنپور سے خاص تعلق تھا، اسی طرح حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مدظلہ کے والد ماجد حضرت مولانا اسحاق صاحبؒ خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بھی بہت خاص تعلق تھا، حضرت مولانا اسحاق صاحب کے انتقال کے بعدان کے جوان بیٹے حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب مدظلہ سے بھی اسی طرح تعلق رکھا، اور گھر سے پکی ہوئی چیزیں بھی ان کے گھر بھیجتے، دادامحترم حضرت منشی عبدالعزیز صاحبؒ کا اکتوبر ۱۹۷۵ءمیں انتقال ہوا، وہ اکثر اوقات مسجد میں گزارتے تھے، مسجد میں ہی ان کا جی لگا رہتا تھا، انتقال کے روز وہ ظہر کی نماز بعد گھر گئے اور پھوپھی عتیقہ سے کہا کہ ہمارا بستر لگاؤ، ہمیں چار مہمان لینے آئے ہیں، وہ لیٹ گئے اورواصل بحق ہوگئے، حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، داداجان کے یہاں ۹؍اولادہوئیں، پانچ پھوپھیاں، عزیزاً، رحمت، شکوری، غفوری، عتیقہ اورچاراولاد نرینہ حکیم نذیر احمد، محمد یونس، عبدالغفار اوروالد ماجد حافظ

عبدالستار صاحب عزیزی، اخیر الذکر تین پھوپھیاں بقید حیات ہیں، باقی سب بھائی بہن اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے، اللہ تعالی سب کو اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔

والد ماجد حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ نے ابتدائی تعلیم محلّہ کی مسجد میں حاصل کی، نورانی قاعدہ نصف حافظ محمد حسن صاحب جمال پوریؒ کے پاس پڑھا، پھر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک رائے پور کے چھپر والے مدرسہ میں داخلہ لیکر تعلیم حاصل کی، جس کے ذمہ دار حافظ محمد یوسف صاحب پٹلو کریؒ تھے، وہاں پر میاں جی محمد اسماعیل صاحبؒ کے پاس نصف قاعدہ پڑھا، جو روگلیے کے نام سے مشہور تھے، عم پارہ قاری عبدالمجید صاحبؒ میواتی نومسلم کے پاس پڑھا، اور ''تبارک الذی'' اور ''قد سمع اللہ'' حافظ امیر حسن صاحب عالم پوریؒ کے پاس پڑھا، اس کے بعد ''اتل ما اوحی'' تک حافظ شریف احمد صاحبؒ پپلی مزرعہ کے پاس پڑھا، اردو بھی انہیں کے پاس پڑھی، ہندی کا ابتدائی قاعدہ حافظ شبیر احمد صاحب مرزا پوریؒ کے پاس پڑھا، جو جامع مسجد کے مدرسہ کے صدر مدرس تھے، جون ۱۹۴۹ء میں رائے پور سے سنسار پور مدرسہ فیض رحمانی میں آ کر داخلہ لیا، اور وہاں حافظ محمد شفیع خانصاحب سنسار پوریؒ کے پاس پورا قرآن شریف پڑھا، تیسیر المبتدی اور فارسی کا کچھ حصہ حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہ کے پاس پڑھا، جو اسی وقت مظاہر علوم سے فارغ ہو کر آئے تھے۔

اس کے بعد عصری تعلیم کی تحصیل کا تقاضہ پیدا ہوا، اور ۱۹۵۳ء میں مظفر آباد میں پرائمری اسکول میں داخلہ لے لیا، اور جولائی ۱۹۵۴ء میں چھٹی پاس کی، پھر ۵۶/۵۵ء میں ساتویں کلاس پاس کی، جونیئر ہائی اسکول جولائی ۵۶ء میں مظفر آباد سے سہارنپور کے ایک گاؤں سلونی میں منتقل ہوگیا تھا، اس لئے جولائی ۱۹۵۶ء میں جونیئر ہائی اسکول سنسار پور میں داخلہ لیا اور وہاں ہیڈ ماسٹر عبداللطیف خانصاحبؒ و ملا محمد یامینؒ صاحب کے پاس تعلیم حاصل کی، اور ۱۴/اپریل ۱۹۵۷ء میں آٹھویں کلاس پاس کی، والد صاحب فرماتے تھے کہ جب امتحان دینے کے لئے سہارنپور جانا ہوا، تو روزانہ شام کو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اور حضرت کو روزانہ کی کارکردگی بتلاتا تھا، حضرت خوش ہوتے تھے، چونکہ دادا جان کا حضرت ناظم صاحب سے خاص تعلق تھا، اس لئے ناظم صاحب والد صاحب پر خاص شفقت فرماتے تھے، جس روز انگریزی کا پرچہ تھا، اس روز شام کو حضرت ناظم صاحب نے انگریزی کا پرچہ حل کرادیا، اور بتلادیا کہ یہ یہ آئے گا، اور اس کا یہ جواب ہے، والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مولانا نے جو بتلایا تھا، اسی طرح کے سوالات آئے، میں نے جلدی سے پرچہ کر کے کاپی جمع کردی، تو ممتحن حضرات میں جو نگراں تھے، وہ پہچاننے والے تھے، انہوں نے ڈانٹ کر ناراضگی کا اظہار کیا کہ تو فیل ہوگا، اتنی جلدی کاپی جمع کردی، وہ حیرت میں پڑے، اور میں مطمئن تھا، اللہ تعالی نے اچھے نمبرات سے کامیابی دی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳/اگست ۱۹۵۷ء میں ڈسٹک بورڈ کے پرائمری اسکول انور پور (برولی) میں مدرس ریاضی کے

عہدے پر تقرر ہوگیا، اس کے بعد یکم ستمبر ۱۹۵۷ء کو یہاں سے بھوگپور گاؤں کے پرائمری اسکول میں ٹرانسفر ہوگیا، کئی سال یہاں تدریس کے بعد جولائی ۱۹۶۱ء میں گورنمنٹ کے نارمل اسکول مظفرنگر میں ماسٹری (H.T.C) کی ٹرینگ کے لئے گئے، وہاں دو سال رہ کے ۱۹۶۳ء میں ٹرینگ لیکر گھر واپس آئے، اور ایک سال تک گھر کے کاموں میں مشغول رہے، جولائی ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کی خواہش اور اصرار پر جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ گئے، اور وہاں مدرس ریاضی کے عہدے پر تقرر ہوگیا، اور ۵/سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیں، اس درمیان آپ سے جن طلبہ نے استفادہ کیا، ان میں خاص طور سے مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا ظریف احمد صاحب ندوی مقیم دوحہ قطر، مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم جنوبی افریقہ، مولانا مرتضیٰ حسین صاحب دفتر دارالعلوم دیوبند، مولانا صغیر احمد قاسمی و مولانا جمشید علی قاسمی اساتذہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی وغیرہم متعدد اہم اور بڑے علماء ہیں، جن میں سے اکثر نے والد صاحب سے تعلق رکھا ہے، کچھ گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے وہاں سے سبکدوش ہوکر گھر آگئے، البتہ آخر تک جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ اور وہاں کے ذمہ داروں سے تعلق رکھا، اور انہوں نے بھی والد صاحب کی قدر کی، اس زمانہ میں وہاں جامعہ اردو علی گڈھ کا سینٹر لائے اور طلبہ کو ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات دلوائے اور سینٹر کے سکریٹری رہے، پھر ۲۳/دسمبر ۱۹۶۹ء میں نعمت پور گاؤں میں پوسٹ آفس آیا، تو پہلے ہی دن سے اس میں ملازمت اختیار کرلی، اور ۳۴/سال تک پوسٹ آفس میں بی پی ایم کے عہدے پر فائز رہے، اور پوری ذمہ داری، دیانت داری اور پابندی کے ساتھ سردی، گرمی اور برسات کی پرواہ کئے بغیر ڈیوٹی دی، اور ملازمت کے پورے ۳۴/سالہ دور میں کبھی کسی افسر کو شکایت کا موقع نہیں دیا، اور کارکردگی میں کہیں کوئی خامی نہیں ہوئی، اور کہیں کوئی لال نشان نہیں لگا، اللہ تعالی نے بڑی عزت سے اور پابندی سے کام کرنے کی توفیق دی، اور ۳۱/مارچ ۲۰۰۳ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔

اس کے بعد مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تحت چلنے والے ادارے جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں اپنی خدمات پیش کیں اور ۲۰۰۹ء سے وفات تک مرکز کے نگران اعلی، مہتمم اور جنرل سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے، اور پورے اصول ووقت کی پابندی کے ساتھ اپنی ذمہ داری وفات کے ایک دن پہلے تک نبھائی، مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے ترجمان ماہنامہ نقوش اسلام کے شروع سے یعنی مارچ ۲۰۰۶ء سے مدیر انتظامی رہے، اور ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۶ء تک مرکز کے شعبہ دارالبحوث والنشر سے تقریباً ۴۳/کتابیں آپ کے اہتمام میں شائع ہوئیں۔

جون ۱۹۵۵ء میں والد محترم کا نکاح والدہ محترمہ سے شیر پور خانہ زاد پور میں ہوا، والدہ کے والد ماجد کا نام نظام الدین تھا جو ایک کاشتکار آدمی تھے، نکاح شیر پور کی مسجد کے امام حافظ نصیر احمد صاحبؒ نے پڑھایا تھا، والد صاحب نے پسماندگان میں پانچ اولاد چھوڑیں، جو حیات ہیں، ان میں سب سے بڑی بہن مفیدہ خاتون ہیں، جس کو قرآن کریم اور دینی تعلیم سے روشناس کرایا،

۱۹۸۰ء میں اس کی شادی پہلی مزرعہ ہریانہ میں جناب محمد فرقان ابن محمد ایوب سے کی، جس سے ۲/لڑکے اور ۲/لڑکیاں ہیں، دوسری بہن محسنہ خاتون ہے، جس کو قرآن کریم اور دینی تعلیم سے روشناس کرایا، اور ۱۹۸۶ء میں اس کی شادی حسنہ والا میں حفیظ الرحمٰن ابن امیر حسن سے کی، جس سے ایک لڑکی اور ۸/لڑکے ہیں، تیسری اولاد میں بڑے بھائی ڈاکٹر مرغوب عالم ہیں، جن کو انٹر کراکے ڈاکٹری کا کورس کرایا، ۱۹۹۳ء میں ان کی شادی ہوئی، جن سے ۵/اولاد ہیں، تین لڑکیاں اور ۲/لڑکے، چوتھی اولاد میں بہن انیسہ خاتون ہیں، جو حافظہ قرآن ہیں اور دینی تعلیم سے فیض یافتہ، ۱۹۹۳ء میں اس کی شادی مولانا امجد علی قاسمی بن حافظ شوکت علی جمال پوری سے کی، جس سے ۳/لڑکے ہیں، پانچویں نمبر پر راقم سطور محمد مسعود عزیزی ندوی ہے، راقم کی پیدائش ۵/اپریل ۱۹۷۴ء میں جمعہ کے روز ہوئی، راقم نے قرآن کریم حفظ کیا، پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عالمیت کا اور پھر ۱۹۹۹ء میں افتاء کا کورس کیا، راقم کا نکاح ۱۰/محرم ۱۴۲۰ ہجری مطابق ۲۶/اپریل ۱۹۹۹ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے پڑھایا، ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں۔

والد صاحب کا مزاج لکھنے پڑھنے کا شروع ہی سے رہا، اسکول میں بھی طلبہ کو اچھی طرح تعلیم دیتے، انکی تربیت کرتے، ان کو کھیل کھلاتے اور مانوس کرتے، اور پھر جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں بھی طلبہ کی تعلیم و تربیت میں خوب محنت کرتے، ان کی محنت اور ذوق ودلچسپی کی داستانیں ان کے شاگرد سناتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے طلبہ سے تعلیمی محنت بھی کراتے، کھیل بھی کھلاتے، مدرسہ کے کھیتی باڑی کے کام بھی کراتے، اور طلبہ ان کے پیچھے پیچھے رہتے، ان کے ساتھ ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا، طلبہ ان سے بہت زیادہ مانوس تھے، مانوسی کا اثر ابھی تک ان کے شاگردوں میں پایا جاتا تھا، کہ وہ ان کو یاد رکھتے تھے، ملنے کیلئے آتے اور ہدایا بھی پیش کرتے تھے، جب کہ وہ کوئی عالم، مولانا بھی نہیں تھے، بلکہ مدرس ریاضی تھے، مگر ان کے شاگردان پر فریفتہ تھے، آج کے اس پرآشوب دور میں ان پر رشک آتا تھا کہ کیسے ایک ماسٹر ہوکر اپنے شاگردوں میں ایسی مقبولیت بنا رکھی تھی، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں انہوں نے اس زمانہ میں حکومت سے پرائمری (Primary) منظور کرائی، ریلوے کنسیشن (Railway Concession) حکومت سے منظور کرایا، ٹیوب ویل (Tube well) لگوایا، مرغی فارم (Poultry Farm) بھی کھولا، یہ سب کام جامعہ کے فائدے کیلئے انہوں نے کئے، مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مجاہد پوری جو اس وقت وہاں مہتمم تھے، والد صاحب کو وہاں لیکر گئے تھے، اور انہوں نے بھر پور اعتماد کیا، جس کی بنا پر والد صاحب نے بھی مدرسہ کے کاموں میں بھر پور دلچسپی لی، خوب محنت سے پڑھایا، اور مدرسہ کے مفوضہ امور انجام دئے، مدرسہ کی مصروفیات سے سبکدوش ہوکر جب وہ نعمت پور ڈاکخانہ میں ملازم ہوگئے، چونکہ ڈاکخانہ مدرسہ میں ہی تھا، تو گویا طلبہ سے بھی ایک گونہ تعلق رہا، اس لئے وہاں بھی طلبہ مانوس رہے، پوسٹ آفس کی ملازمت کے دوران آپ نے گھر کے تمام کام انجام دیئے، کاشتکاری بھی کی، زمین میں ہل بھی چلایا، گھر میں بیلوں اور بھینس وغیرہ کے چارہ کا بھی نظم کیا، اور ڈیوٹی بھی پوری کی۔

اسی درمیان جب مغربی یوپی میں برادری واد کی ایک لہر تھی، ہر ایک برادری اپنے اصلاحی پروگرام کرتی تھی، ان کو بھی اس سے

دلچسپی ہوئی، ۴؍۵؍ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں جب نگلہ راعی مظفرنگر میں جمعیۃ الراعین کی کانفرنس ہوئی، تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس میں ایک مقالہ بھی پڑھا، اور برادری کے سلسلہ میں مختلف مقامات کے دورے بھی کئے، اور برادری کی اصلاح وتربیت کے لئے بہت جدوجہد کی، اسی وجہ سے وہ جمعیۃ الراعین کے جنرل سکریٹری بھی رہے، اس سلسلہ میں انہوں نے بہت کوششیں کیں، بہت سے لوگوں کو خطوط بھی لکھے، اس وقت گویا ان کو جنون تھا، اور وہ اس سلسلہ میں بہت تگ ودو کر رہے تھے، مگر حالات اور وقت نے بتادیا کہ یہ سب محنتیں اور جدوجہد بیکار ہیں، اللہ تعالی کے یہاں اس پر ان کو انکی نیت کے مطابق اجر ملے گا، انشاء اللہ، اس سلسلہ میں انہوں نے جو کچھ جدوجہد کی، اس کے چند نمونے ان کی تحریروں میں پیش کئے جائیں گے، ان کو اشعار کا بھی خاص ذوق تھا، مختلف شعراء کے ہزاروں اشعار ان کو یاد تھے، ہر موقع کے لحاظ سے وہ شعر بھی پیش کرتے تھے، انہوں نے چونکہ ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کے امتحانات دے رکھے تھے، اس لئے اردو ادب کے بارے میں کافی سوجھ بوجھ رکھتے تھے، ان کو انشاء پردازی میں بھی مہارت تھی اور اشعار اور غزلیں کہنے کا بھی شوق تھا، ان کے بعض مضامین اور بعض غزلیں محفوظ بھی ہیں، جو آگے پیش کی جائیں گی۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

انہوں نے اپنی مشغول زندگی کے ساتھ اپنی اولاد کی تربیت میں بھی خاص رول ادا کیا، بڑی بہنوں کی تعلیم کا انتظام کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے ان کیلئے اچھی سے اچھی کتابیں بازار سے لاکر مہیا کیں، وہ جب بھی شہر جاتے تو دیگر ضروریات زندگی کے ساتھ بڑی بہنوں کیلئے کوئی دینی اور تربیتی کتاب بھی ضرور لاتے، اس طرح بہنوں کے پاس کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا، میرے سے بڑی بہن نے حفظ قرآن کریم کیا، ان کیلئے بھی بہت سی کتابیں لاکر دیں، بڑے بھائی کو بھی اولاً ایک دینی مدرسہ میں چھوڑا، مگر اہل مدرسہ کی زیادتی کی وجہ سے انہوں نے ان کو مدرسہ سے خاموشی کے ساتھ نکال لیا، اور اہل مدرسہ سے کوئی شکوہ، شکایت نہ کی اور سرکاری اسکول میں داخل کردیا، اور پھر ڈاکٹری کی تعلیم دلائی، بہن بھائیوں میں سے کوئی غلطی کرتا تھا تو والد صاحب پٹائی بھی خوب کرتے، راقم کی تربیت میں بھی بہت اہم رول ادا کیا، مگر میری کبھی پٹائی کی نوبت نہیں آئی، جب میں بہت چھوٹا تھا اور بچوں کے ساتھ کھیلنے نکل جاتا، تو وہ کہیں بھی دیکھ لیتے تو فوراً پکڑ کر گھر لاتے، اپنی ہوشیاری کے باوجود بھی ان کی نظر سے چھپ نہیں سکتے تھے، ان کو معلوم نہیں کہاں سے نظر آہی جاتے تھے، اور وہ فوراً پکڑ کر گھر لاتے، سمجھاتے، تنبیہ کرتے، ایک دو مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ہم دوپہر میں کسی کے کھیت میں چلے گئے اور انہوں نے دوپہر میں ڈاکخانہ سے آتے ہوئے دیکھ لیا، پکڑ کر گھر لائے، اور پھر مرغا بنایا، کبھی ایسا بھی ہوا کہ ہماری بیٹھک میں لوگوں کی پی ہوئی بیڑیاں پڑی رہتی تھیں، وہ اٹھا کر ہم نے پینی شروع کردی، والد صاحب نے دیکھ لیا، تو مرغا بنایا اور تنبیہ کی، پھر ہم نے کبھی نہیں پی، بچپن میں جب ہم کھیلتے تو ہمارا کھیل بھی ایسا ہوتا کہ کبھی خالی ۲؍ ماچس لیکر اور کبھی دو ڈبے لیکر تار یا دھاگے کے دونوں سروں میں لگاتے اور ان کا ٹیلیفون بناتے اور اس میں آواز ایک دوسرے کو سناتے، جس میں کبھی قرآن شریف، یا نظم پڑھتے، تو والد صاحب بھی شریک ہوجاتے اور وہ بھی قرآن شریف سناتے۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

انہوں نے ۹؍ سال کی عمر میں مجھے جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ یمنانگر ہریانہ میں داخل کرایا، وہاں ۹؍ سال رہ کر قرآن

کریم حفظ کیا، اور اردو ہندی پانچویں تک پڑھی، انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کی، عربی اور انگلش ٹائپنگ سیکھی، اور وہاں ٹیکنیکل میں سیونگ مشین مکینک، ٹیلرنگ اور بک بائنڈنگ کے کورس کئے، اور وہیں ایک سال فارسی پڑھی، اور کچھ عربی کی ابتدائی کتابیں بھی، جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر کے امتحانات بھی دئے، والد صاحب ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے اور ہر ماہ منی آڈر بھی کرتے اور پوسٹ کارڈ بھی لکھتے، جس میں وہ اساتذہ کی خدمت کے بارے میں ضرور ہدایت کرتے اور دعائیں دیتے، پہلی مزرعہ میں حفظ قرآن کے بعد اہل مدرسہ کی رائے کی بنیاد پر تعلیمی سلسلہ موقوف کرنے کے حامی ہوگئے تھے، کہ ملازمت اختیار کرلی جائے، مگر راقم چاہتا تھا کہ عالم دین بنوں، اس سلسلہ میں راقم نے اس زمانے میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی کو خط لکھا، اور اپنی دلی کیفیات لکھیں، جس پر حضرت کا مندرجہ ذیل جواب آیا:

محمد مسیح اللہ مکرم زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں کافی عرصہ سے بیمار رہا، ڈاک رک گئی، میرے پاس کوئی صاحب ایسے نہیں کہ وہ سناتے اور بندہ جواب لکھواتا، اب ضعف ہے، روزانہ کی ڈاک روانہ ہوجاتی ہے، بتوفیقہ تعالی۔

اللہ تعالی آپ کو باشاد رکھیں، آسانیاں عطا فرمائیں، الجھاؤ سے، شر وفتنہ سے محفوظ رکھیں، امن وعافیت سے رکھیں۔

ہر قسم کی ظاہری وباطنی خیر وبرکات سے اور استقامت سے نوازیں، مقاصد میں بخیر وعافیت کامیاب بنائیں۔

اپنے پر عجب وتکبر کی نگاہ نہیں اور دوسروں پر حقارت کی نگاہ نہیں۔

بتدبیر حسن سعی اور دعا خوب

نفس کا احتساب، اختلاط سے احتیاط

اس خط کے آتے ہی والد صاحب کی بھی رائے بدل گئی اور میری تعلیم کا راستہ کھل گیا، اور میں نے ۱۴/شوال ۱۴۱۲ ہجری میں مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں سال دوم میزان میں داخلہ لے لیا، وہاں میزان پڑھنے کے بعد خیال ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جائے، چونکہ راقم وہاں حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی خدمت میں رہتا تھا، اس لئے والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت اگر اجازت دیدیں تو ٹھیک ہے، حضرت سے مشورہ کیا، حضرت نے منع فرمادیا، چنانچہ وہیں کافیہ پڑھی، پھر سال کے بیچ میں ششماہی امتحان کی چھٹی میں ندوہ دیکھنے گیا، اور وہاں سے متاثر ہوکر آیا، والد صاحب سے عرض کیا کہ میں لکھنؤ ندوہ میں پڑھنا چاہتا ہوں، والد صاحب نے کہا کہ شاید میں وہاں کا خرچ برداشت نہ کرسکوں، مگر میرے دل میں دھن تھی، لگن تھی، میں نے والد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے صرف خوشی سے جانے کی اجازت دیدیجائے، مجھے خرچہ کی فکر نہیں، معلوم نہیں اللہ تعالی مجھ سے کیسے کہلوا رہا تھا، حالانکہ میرے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں تھی، جس سے مجھے معلوم ہو کہ خرچ کا انتظام ہوجائے گا، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب سے عرض کیا، انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور

فرمایا کہ ٹھیک ہے، جاؤ میں علی میاں کو خط لکھ دیتا ہوں، الحمد للہ میں لکھنؤ پہنچ گیا، والد صاحب نے کبھی پیسے کی دقت نہیں آنے دی، جب بھی ضرورت ہوتی، میں خط لکھ دیتا اور وہ منی آرڈر کر دیتے، بلکہ وہ ہر مہینہ خود ہی اہتمام کرتے تھے، اور وقت پر پیسے بھیج دیا کرتے تھے، اور خط لکھتے تھے، ہر خط میں وہی حوصلہ کی اور ہمت کی بات کرتے تھے، اساتذہ کی خدمت کی ضرور ہدایت کرتے تھے، اللہ تعالی نے تعلیم مکمل کرادی، الحمد للہ دوران تعلیم خرچہ کی کبھی دقت نہیں آئی، گھر پر آتا، بزرگوں کے یہاں جانے کا شوق تھا، اس شوق کی تکمیل کا والدہ صاحبہ زیادہ انتظام کرتی تھیں، مگر والد صاحب سے بھی پیسے لے لیا کرتا تھا، فراغت کے بعد وہ چاہتے تھے کہ اچھی جگہ تدریسی خدمت انجام دوں، پھر شادی بھی بڑے اہتمام سے کی، چونکہ راقم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پہلی مزرعہ میں مدرس تھا، والد صاحب اصول اور ڈیوٹی کے پابند تھے، اس لئے وہ مجھے بھی اس کی ہدایت کرتے تھے، وہ فرماتے ''ڈیوٹی پہ رہے حاضر تو کیا کرے گا ناظر'' مطلب یہ ہے کہ جب تم ڈیوٹی پر رہو گے تو تمہیں کوئی خطرہ نہیں، وہ موجودہ زمانہ کا یہ اصول بھی بتلاتے کہ ''نوکری کے ۹/کام دسواں کام ہاں جی!'' یعنی ذمہ داری مان کر چلنا ہے، ایک بات اور بڑے اہتمام اور تاکید سے فرماتے کہ ''جو آدمی ناڑے کا پکا اور زبان کا سچا ہو'' اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ زریں اصول وہ اپنے تجربات کی روشنی میں بتلاتے اور خود انہی اصولوں کے مطابق انہوں نے زندگی گزاری، وہ اسکول اور مدرسہ کی ملازمت میں بھی ڈیوٹی کے سخت پابند رہے، اور پھر ۳۴/سالہ سرکاری ملازمت میں بھی ڈیوٹی کے پابند رہے، اتوار کے روز چھٹی رہتی، اسی روز اکثر وہ اپنے تمام کام انجام دیتے، کہیں رشتہ داری میں آنے جانے کا بھی پروگرام اتوار ہی کا رکھتے، یا پھر صبح وشام اپنے گھریلو اور کھیتی کے کام کاج کرتے تھے، صبح ۹/بجے تک اپنے کام کرتے اور شام کو ظہر کے بعد، صبح ۹/بجے ڈاک خانہ جاتے اور ایک بجے کے بعد آجاتے، ہر موسم میں چاہے سردی ہو یا گرمی یا برسات وہ اپنے معمول کے پابند تھے۔

راقم نے ۲۰۰۰ء میں جب مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا، یہاں کے شروع سے ہی وہ نگراں، ذمہ دار، جنرل سکریٹری اور خزانچی رہے، ایک ایک پیسے کا حساب رکھتے اور ہر ایک چیز کو ذمہ داری سے نبھانے کا سلیقہ رکھتے تھے، وہ صبح جلدی آجاتے تھے پھر دوپہر میں گھر جاتے اور ظہر کی نماز بعد پھر آتے، اور شام تک مدرسہ میں رہتے، اکثر پیدل آتے، ابھی چند سال سے ان کو سانس کے مرض کا عارضہ ہو گیا تھا کہ چلتے ہی سانس چڑھ جاتا تھا، اس لئے وہ سواری سے آتے اور جاتے، انہوں نے پہلے جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں بھی کئی سال تک طالبات کے داخلے اور نگرانی کے امور اور جملہ ذمہ داری کے فرائض بڑے اہتمام اور پابندی سے انجام دئے، پھر ۲۰۰۹ء سے مرکز کے دفتری امور اور نگرانی کے عمل کو بڑے اچھے انداز میں نبھایا، راقم بھی بے فکر تھا، بڑی بڑی امانتیں بھی بے فکری سے ان کے سپرد کر دیتا تھا، بلکہ ساری ہی امانتیں ان کے پاس رہتی تھی، مگر ذرا بھی کوئی کوتاہی نہیں ہوتی تھی، وہ ہر مد کی رقم کو الگ الگ رکھتے اور رجسٹر یا کاپی میں الگ سے لکھ لیتے، وہ یہاں کے اساتذہ سے بھی اصول کی بات کرتے اور اصول کے مطابق ہی ان کو دیکھنا چاہتے تھے، اگر کوئی بات ایسی معلوم ہوتی، جو ان کے مزاج کے خلاف ہے تو راقم کو بھی تنبیہ فرماتے، وہ طلبہ اور طالبات پر بھی بڑے شفیق تھے، ان کی کوتاہیوں کو درگزر کرتے تھے، کبھی راقم نے گرفت کرنے کی کوشش کی،

اور انتظامی اعتبار سے اس پر نکیر کی اور کوئی سخت قدم اٹھانا چاہا تو وہ منع کرتے اور کہتے کہ ان کی اصلاح کیجئے ، بچے ہیں، طلبہ ہیں، وہ فرماتے کہ یہ اگر یہاں نہیں سدھریں گے تو کہاں سدھریں گے، ان کی اصلاح اگر یہاں نہیں ہوگی، تو کہاں ہوگی ، وہ ہمیشہ سخت نوٹس لیتے ،اور طلبہ کے لئے ڈھال بنتے اور اصلاح کی بات فرماتے تھے، راقم کی کوتاہیوں پر وہی نکیر فرماتے تھے، اب بظاہر اس طرح کوئی نہیں ہے، جو روک ٹوک کرسکے۔

ان خصوصیات کے ساتھ ان میں ایک خاصیت یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ اسی پر قناعت کرتے ، جو ان کے پاس ہوتا، لالچی اور حریص نہیں تھے، کفایت شعاری ہمیشہ ان کا امتیاز رہی ، بے جا بخل بھی نہیں کرتے تھے، قرض سے ہمیشہ سے مجتنب رہے، اور اسی کی ہمیں بھی ہدایت کرتے تھے، بعض مرتبہ مدرسہ میں قسطوں پر نئی گاڑی لینے کا پلان بنایا، مگر انہوں نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی اور منع کیا کہ نہیں جتنے پیسے تمہارے پاس ہیں، ان کی پرانی ہی لے لو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور دو مرتبہ گاڑی لی گئی دونوں مرتبہ پرانی ہی لی، وہ مہمان نواز بھی بہت تھے، چونکہ یہ صفت دادا جان حضرت منشی عبدالعزیز صاحبؒ کے یہاں بہت زیادہ تھی، کہ ان کے یہاں ہر وقت روزانہ مہمانوں کے لئے چولہا چلتا ہی رہتا تھا، اور ان کا پورے علاقے میں تعلق اور پہچان تھی، یہی صفت والد صاحب کے اندر بھی تھی، ہماری والدہ فرماتی تھی کہ کوئی بھی کسی بھی وقت آ گیا، تو فوراً والد صاحب نے انکے کھانے کا نظم کیا، آج کل زمانے کی تیز رفتاری اور مشغولیت کی وجہ سے کبھی ہم لوگ اس میں غفلت کرتے ،تو وہ اس کی بہت تاکید کرتے اور مہمان نوازی کے سلسلہ میں ہدایت کرتے کہ آنیوالے کی حسب موقع ضیافت کرنی چاہئے ، ضیافت کے سلسلہ میں تو وہ آخری بات اس درجہ تک کہتے تھے کہ ''آ ؤ بیٹھو پیو پانی'' اس میں تو کوئی خرچ ہے ہی نہیں، ان کو سفر کا، رشتہ داری میں جانے کا بہت شوق تھا، رشتہ داریوں کے جملہ امور وہی انجام دیتے تھے، ہم اس سلسلہ میں بہت بے فکر تھے، خوشی وغمی کے تمام موقعوں پر وہی جاتے تھے، گاڑی میں بھی اگر کچھ خرابی ہوتی تو وہی سہارنپور لے جاتے اور سروس کرا کے لاتے ، غرضیکہ ہم بہت سے معاملات میں بے فکر تھے، اب کچھ دنوں سے ضعف تھا، اس لئے وہ مغرب عشاء اور فجر کی نماز گھر پر ہی پڑھتے تھے۔

ہر مسلمان کی طرح ان کو بھی اللہ کے گھر کی زیارت کرنے اور حج بیت اللہ کرنیکی تمنا تھی ، چنانچہ اللہ تعالی نے ۲۰۰۵ء میں ان کو توفیق دی، اور انہوں نے حج کیا، ساتھ میں والدہ محترمہ اور راقم سطور بھی تھا، اس کے بعد انکی خواہش عمرے کی ہوئی، چنانچہ ۱۹/مارچ ۲۰۱۱ء میں اللہ تعالی نے عمرہ کی بھی توفیق دی، اس میں بھی راقم سطور ساتھ تھا، امسال رمضان سے قبل بھی وہ عمرہ کا ارادہ کر رہے تھے، مگر ان کا پاسپورٹ ختم ہوگیا تھا، ارادہ تھا کہ رمضان سے قبل یا رمضان کے بعد دوبارہ پاسپورٹ بنوالیا جائے اور پھر رمضان یا رمضان کے بعد عمرے کیلئے جایا جائے ، مگر اللہ تعالی کے یہاں جو نظام لکھا ہوا تھا، اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا، تین چار سال قبل وہ حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہ العالی سے بیعت بھی ہوگئے تھے، حضرت مولانا سنسار پوری چونکہ والد صاحب کے استاد بھی تھے، اور دادا جان کا حضرت کے گھرانے سے بہت ہی زیادہ تعلق تھا، اس لئے حضرت والد صاحب کی

کافی رعایت کرتے تھے، جب بھی راقم کا حضرت کی خدمت میں جانا ہوتا، تو سب سے پہلے والد صاحب کے بارے میں دریافت کرتے اور اکثر فرماتے کہ والد صاحب کا خیال رکھا کرو، اور جب والد صاحب راقم کے ساتھ حضرت کے پاس جاتے تب بھی حضرت اپنے قریب بٹھاتے، خاص توجہ اور عنایت فرماتے، اس سے پہلے اگرچہ والد صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بیعت تھے اور حضرت رائے پوریؒ کے بعد حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ سے خاص تعلق تھا، مگر اب کئی سال سے حضرت سنسارپوری سے بیعت ہو گئے تھے اور ذکر واذکار کی بھی پابندی کرتے تھے، توبہ کے کلمات، تہجد اور تہجد کے بعد ایک خاص دعا کا اہتمام کرتے تھے، جس کو وہ اپنی جیب میں رکھتے تھے، وفات کے وقت بھی وہ دعا ان کی جیب میں تھی، جس کو آگے نقل کیا جائیگا، دو تین سال سے ان کو سانس کا عارضہ تھا، دن میں کئی مرتبہ انہلر لینا پڑتا تھا، گزشتہ رمضان میں معلوم ہوا کہ اس سے روزہ متاثر ہو جاتا ہے، تو ان کے روزوں کا فدیہ دیا گیا، امسال الحمدللہ حکیم علی حسن صاحب قاسمی کی دوائی سے ان کو رمضان میں انہلر بھی لینے کی ضرورت نہیں پڑی، اور انہوں نے تمام روزے بڑے اہتمام سے رکھے، قرآن شریف کی تلاوت بھی کثرت سے کی، صبح کو آٹھ بجے مرکز جاتے اور شام کو عصر کے وقت گھر آتے۔

❁❁❁❁❁ —————— ❁❁❁❁❁

تمام تراویح پڑھی، عید سے قبل بچوں کو پیسے دیدئے، پھوپھیوں اور بہنوں کے لئے بھی پہلے سے ہی انتظام کر دیا، عید کے بعد روز آنہ مدرسہ اہتمام سے جارہے تھے، روز آنہ آفس میں بیٹھ رہے تھے، انتقال سے ایک روز قبل بھی سنیچر کے دن ۱۱رشوال کو بعض اساتذہ گھر سے آئے، ان سے رمضان کی آمد و خرچ کا حساب لیا، بارش ہو رہی تھی، ان کو دوا بھی لینی تھی، شام کو راقم کے ساتھ سہارنپور گئے، حکیم علی حسن قاسمی سے دوالی، پھر ہمیں کیلاش پور ایک کام تھا، وہاں گئے، مغرب کی نماز پڑھی، واش بیسن پر وضو کیا، واش بیسن اونچا تھا، اس کے باوجود اس پر پیر دھوئے، پھر وہیں رفعت خان کے یہاں چائے پی، راستے میں چھٹمل پور سے وہ پان لینا چاہ رہے تھے، مگر رات پونے نو بجے وہ دوکان بند ہو چکی تھی جس سے وہ پان لیتے تھے، اس لئے نہ لے سکے، رات ۹ر بجے کے قریب گھر پہنچے، راستے بھر باتیں کرتے رہے، حکیم صاحب نے بادام وغیرہ کھانے کیلئے کہا تھا، اس لئے گھر پہنچ کر ڈرائیور رضوان سے بادام وغیرہ منگوائے، راقم اپنی قیام گاہ پر اتر گیا، اور وہ گھر چلے گئے، حیرت اس بات پر ہے کہ اس وقت یا اس سے پہلے کوئی ایسی بات، ایسے آثار یا اس طرح کی کوئی تمہید نہیں تھی، جس سے سمجھا جاسکے کہ یہ عظیم حادثہ واقع ہو جائے گا، مگر اللہ علیم وخبیر ہے، اس کی حکمت وتدبیر وارادے کو کوئی نہیں جانتا، معلوم ہوا کہ وہ گاڑی سے اتر کر دیوار کے سہارے سے گھر میں داخل ہوئے، کھانا وانا کھایا، رات میں ان کو بے چینی محسوس ہوئی، اور اٹھنا بیٹھنا رہا، صبح ان کو وضو کرائی گئی اور انہوں نے نماز پڑھی، چائے اور بسکٹ بھی لیا، سانس پھول رہا تھا، پھر آٹھ نو بجے کے بعد ان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی، اور نزع کی حالت شروع ہو گئی، قبلہ رخ چارپائی کر دی گئی، اور ہم سب نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کر دی، ڈاکٹر کو بلایا گیا، اس نے مایوسی کا اظہار کیا، مولانا شمیم صاحب آئے، انہوں نے کہا کہ بھائی سہارنپور لے چلو، راقم کو یقین ہو گیا تھا کہ نزع کی حالت شروع ہو گئی ہے، مگر ان حضرات کے کہنے کی وجہ سے سہارنپور کے لئے لیکر چلے، راستہ میں ہی ۱۱رشوال ۱۴۳۷ہجری مطابق ۱۷رجولائی ۲۰۱۶ء

اتوار کے روز ڈیڑھ بجے کے قریب انتقال ہوگیا، سہارنپور ڈاکٹر کلیم کے یہاں لے گئے، انہوں نے نبض دیکھ کر یقین دہانی کرائی کہ انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سہارنپور سے واپس آئے، جب تک اور جہاں تک سمجھ میں آیا اہل تعلق کو فون کیا، مدینہ میں حکیم عثمان صاحب کو فون کیا، حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی کو فون کیا، مولانا سید بلال عبدالحئی حسنی کو فون کیا، اور جہاں تک دماغ نے کام کیا اطلاع کی، باقی اطلاعات دوستوں، اہل تعلق، قاری ندیم صاحب اور مولوی شاکر ندوی نے دی، اور خاندان والوں نے رشتہ داروں اور دیگر اہل تعلق کو مطلع کیا، عصر کے وقت غسل دیا گیا، ملا عبدالغفور صاحب نے کفن تیار کیا، مولانا شمیم صاحب قاسمی نے غسل دیا، قاری عبدالوحید صاحب شیرپوری نے پانی دیا، خورشید بھائی نے بھی مدد فرمائی، اخیر میں راقم نے اور بھائی ڈاکٹر صاحب نے بھی پانی ڈالنے میں شرکت کی، مغرب کی نماز بعد حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری نے نماز جنازہ پڑھائی، اور تدفین عمل میں آئی، ہزاروں لوگوں نے شرکت کی، جن میں علماء، اہل مدارس، اہل تعلق اور گاؤں کے لوگ تھے، رشتہ دار اور والد صاحب کے دونوں داماد محمد فرقان وحفیظ الرحمٰن، ان کے بچے اور تینوں بہنیں پہنچ گئیں، پھوپھیاں اور سبھی رشتہ دار بھی پہنچ گئے تھے۔

جنازہ میں گاؤں اور علاقے کے مختلف حضرات کے علاوہ جن حفاظ، قراء اور علماء کرام نے شرکت کی، وہ مندرجہ ذیل ہیں:
حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی، حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا جمشید علی صاحب، منشی محمد ارشاد صاحب، ماسٹر ذوالفقار اور قاری شاہنواز صاحب اساتذہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مفتاحی قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، مولانا حبیب اللہ صاحب قاسمی شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، مولانا عزیز اللہ ندوی ناظم ادارۃ الصدیق بہٹ، مولانا حفیظ اللہ ندوی ادارۃ الصدیق بہٹ، مولانا مطلوب حسن ندوی شیخ الحدیث جامعہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات پپلی مزرعہ، الحاج منشی عبدالغفور صاحب ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور، جناب الحاج عتیق احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض ہدایت در گلزار رحیمی خانقاہ رائے پور، مولانا دلشاد صاحب اور اساتذہ خانقاہ رائے پور، مولانا سہیل غازی دہلی، حافظ عبدالستار صاحب ناظم مالیات مدرسہ انوار القرآن نعمت پور، مولانا محمد ساجد صاحب کھجناوری مدیر صدائے حق واستاد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، مولانا محمد یعقوب صاحب ندوی ناظم جامعہ خیر النساء للبنات پپلی مزرعہ، مولانا عبدالجبار صاحب استاد مدرسہ ضیاء القرآن بوڑیہ، مولانا مکرم حسین وقاری عبدالستار جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، حافظ شوکت علی جمال پور، مولانا محمد ایوب صاحب مظاہری ناظم جامعہ دارالسلام مظفری، مولانا محمد شمیم صاحب قاسمی پردھان مظفرآباد، حافظ محمد جمشید صاحب مہتمم ادارہ نور الہدیٰ مجاہد پور، قاری عبدالوحید صاحب شیرپور، مولانا قاری عبدالمنان مظاہری، وقاری عبدالرحمٰن، قاری محمد شاکر، قاری محمد ذاکر، مولوی محمد شاکر

ندوی، مولوی سید فاروق ندوی، مفتی سید محمد ریاض ندوی، مولانا علی احمد مظاہری، مولانا محمد انیس قاسمی، مستری محمد شہزاد کمیش پور، جناب محبوب حسن کا مریڈ بہٹ، قاری ندیم صاحب، قاری توصیف صاحب، مولانا ذی النورین صاحب، مولانا قاری احکام صاحب اور ماسٹر واصل صاحب اساتذہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی وغیرہم۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

جوحضرات تدفین کے بعد تعزیت کے لئے تشریف لائے، وہ یہ ہیں، مولانا کبیر الدین فاران مظاہری مہتمم مدرسہ قادریہ مسروالا، مولانا ارشد کبیر خاقان مسروالا، مولانا محمد طاہر مظاہری شیخ الحدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، حافظ محمد فرقان اسعدی، مولانا موسیٰ قاسمی ناظم جامعہ عائشہ للبنات نگلہ راعی، حاجی فضل الرحمٰن نانکہ، مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی ناظم جامعہ شیخ عبدالستار نانکہ، مولانا ریاض احمد صاحب مظاہری استاد مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، مولانا عبدالخالق ندوی ناظم معہد القرآن حسنہ والا، مولانا دلشاد مظاہری ناظم مدرسہ حیات العلوم گندیوڑہ، مولانا محمد طاہر قاسمی مہتمم مدرسہ احیاء العلوم صدیقیہ پٹلوکر، محمود علی ایم ایل سی، مرزاپور، راؤ لئیق احمد خان رائے پور ایک وفد کے ساتھ، چودھری عمران ممبر ضلع پنچایت، راؤ گلزار صاحب پردھان چوبارہ، ڈاکٹر ارشاد احمد فیض آباد، ڈاکٹر سید محمد منظور صاحب ناظم مدرسہ عزیز القرآن کھجناور، جناب سدھیر جین صاحب سہارنپور، مولانا محمد عابد ندوی، مولانا زاہد حسن ندوی، حافظ محمد ایوب صاحب وجناب محبوب حسن صاحب ذمہ داران مرکز الامام رحمۃ اللہ علیہ کیرانوی، محمد پور کیرانہ، مولانا اطہر صاحب مظاہری ناظم تعلیمات مدرسہ انوار القرآن نعمت پور، حافظ اقلیم صاحب جماپوری، مولانا لیاقت علی صاحب جھن جھنو، قاری محمد عارف صاحب مقیم قطر، حافظ سلیم شمس پور ومولانا ریاض صاحب ندوی ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے، مولانا محمد احمد صاحب مظاہری استاد مظاہر علوم سہارنپور، حافظ محمود احمد وقاری وصال احمد رسول پور۔

فون پر تعزیت کرنے والے حضرات:

جن حضرات نے فون پر تعزیتی کلمات پیش فرمائے اور ہمت بڑھائی، ان میں شیخی ومرشدی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا سید محمود حسنی ندوی نائب مدیر تعمیر حیات لکھنؤ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا بری، انگلینڈ، جناب حافظ عبدالرحیم صاحب ملا، لندن، الحاج محمد عمر صاحب لوساکا، زامبیا، جناب الحاج سید نذیر صاحب ممبرا، الحاج سید اسماعیل صاحب ممبرا، جناب قاری محمد عارف صاحب قاسمی قطر، حافظ سلیم احمد صاحب اسپنگو بیچ، جنوبی افریقہ، مولانا محمد منذر ندوی احمد آباد، مولانا انعام اللہ قاسمی استاد المعہد الاسلامی، مانک مئو، قاری دلشاد احمد رحیمی استاد جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، مولانا رحمت اللہ نیپالی ندوی، مولانا قاری ریاض احمد صاحب مظاہری، مولانا محمد فرمان ندوی اساتذہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا نجیب الحسن صدیقی ندوی، مفتی راشد حسین ندوی مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی، مولانا یوسف ندوی، مفتی ظہور الدین قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم دہلی، الحاج جناب آصف نگینہ صاحب کویت، مولانا ابصار ندوی، مولانا محمد انعام ندوی سہس پور وغیرہ۔

❁❁❁❁❁

دعائیہ کلمات

والد صاحبؒ کی وفات پر

الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اہل تعلق کے تعزیتی اور استرجاعی کلمات

محمد مسعود عزیزی ندوی

وھاٹس اپ کے ذریعہ تعزیت کرنے والے حضرات:

جن حضرات کو وہاٹس اپ کے ذریعہ اطلاع دی گئی، ان کی طرف سے مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات موصول ہوئے، ان کے شکریہ کے ساتھ ان کو بھی نقل کیا جارہا ہے، اللہ تعالی ان حضرات کے دعائیہ کلمات کو قبول فرمائے اور والد محترم کی مغفرت فرما کر درجات کو بلند فرمائے۔

کویت سے شیخ عبداللہ النوری لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیه راجعون، عظم الله اجركم أخي الكريم۔

کویت سے شیخ عبدالحمید بلالی فرماتے ہیں:

عظم الله أجركم وغسل الله خطاياه بالماء والثلج والبرد۔

کویت سے شیخ ابوحسین جمعیۃ شیخ عبداللہ نوری لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عظم الله أجركم، وأحسن لميتكم ورحمه رحمة واسعة، لله ما أعطى وله ماأخذ، وكل شي عنده بمقدار، فاصبر واحتسب اخي الكريم۔

کویت سے شیخ محمد احمد لکھتے ہیں: انالله وانا اليه راجعون، عظم الله اجركم۔

کویت سے شیخ علا حسام الدین نے اپنی تعزیت میں لکھا:

”ان لله ماأخذ وله ماأعطى وكل شئ عنده بأجل مسمى، فاصبر واحتسب“۔

کویت سے شبر بھائی لکھتے ہیں:

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جنوبی افریقہ سے مفتی افضل حسین الیاس لکھتے ہیں:

Allah Bless him, Allah Grant all sabr, We are with you in your grief.

جنوبی افریقہ سے الحاج عبدالصمد صاحب لکھتے ہیں:

Assalamu alaikum

May Allah pak grant him Maghfirat and grant him a high stage in jannat and for the family sabr jameel.

جنوبی افریقہ سے حافظ شاکر صاحب دیسائی لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلی درجات نصیب فرمائے، اللہ تعالی آپ اور سب گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

جنوبی افریقہ سے الحاج موسی درسوت لکھتے ہیں:

السلام علیکم، آپ کے والد کا انتقال ہوا، مجھے آج خبر ملی، اللہ تعالی ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

جنوبی افریقہ سے الحاج فاروق قاضی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ سبحانہ تعالی آپ کے مرحوم والد صاحب کے درجات کو بلند فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة۔ آمین

جنوبی افریقہ سے الحاج یوسف صاحب دیبائی لکھتے ہیں:

اللہ تعالی پوری پوری مغفرت فرمائے، اور خاندان والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جنوبی افریقہ سے مفتی زبیر صاحب بیات لکھتے ہیں:

اللّٰهم اغفرلهم، وارحمهم وسكنهم فی الجنة، آمين، ان للّٰه ما أخذ وله ماأعطی وكل شئ عنده بأجل مسمی، انا للّٰه وانا اليه راجعون، ولاحول ولاقوة الاباللّٰه العلی العظيم، رحمه اللّٰه تعالی رحمة واسعة، اللّٰهم أجرنا فی مصيبتا هذه واخلف لنا خيرا منها، اللّٰهم جازه بالحسنات إحساناً وبالسيئات عفوا وغفرانا، اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله، واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الذنوب والخطايا كما ينقی الثوب الأبيض من الدنس، وابدله داراخيراًمن داره، وأهلا خيرا من أهله، اللّٰهم ارزقه الفردوس الأعلی من الجنة يارب العالمين، اللّٰهم لاتحرمنا أجره ولاتفتنابعده، آمين يارب العالمين

جنوبی افریقہ سے مولانا سعید صاحب بنوندوی لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے، اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

جنوبی افریقہ سے مولانا حسن مرچی صاحب لکھتے ہیں:

السلام علیکم محترم مولانا مسعود عزیزی ندوی صاحب! اللہ تعالی آپ کے مرحوم والد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جنوبی افریقہ سے مولانا داؤد دووڈا صاحب لکھتے ہیں:

انالِلّٰه وانا اليه راجعون، اللّٰهم اغفرله وادخله جنة الفردوس، آمين يارب العالمين۔

جنوبی افریقہ سے مولانا یحییٰ بام صاحب لکھتے ہیں:

اللہ جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

جنوبی افریقہ سے مولانا محمد عثمان صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سن کر افسوس ہوا، اللہ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین

زامبیا سے حافظ محمد جسات لکھتے ہیں:

اللہ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنادے، پیچھے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، انالِلّٰه وانا اليه راجعون: اللّٰهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه، واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس، وابدله داراخيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجاخيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبرومن عذاب النار۔

زامبیا سے حافظ اسماعیل تبیج لکھتے ہیں:

Allah give him jannatul firdos

چیپاٹا زامبیا سے مولانا عبدالرشید متالا صاحب لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، انشاء اللہ یہاں ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام کریں گے، اللہ پاک آپ سب کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

بلیک برن یوکے سے جناب الحاج عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں:

I am very sad hear about the demise of your Beloved father اناللہ واناالیہ راجعون **May Allah grant him jannat and sabr to your entire family, Ameen.**

لندن سے مولانا اسماعیل گنگات لکھتے ہیں:

السلام عليكم ورحمة اللّٰه، انا للّٰه وانا اليه راجعون اللّٰهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله

ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كماينقى الثوب الابيض من الدنس، اللّٰهم ابدله داراً خيراً من داره، وأهلاً خيراً من اهله، وزوجاً خيراً من زوجه، اللّٰهم ارحمه فوق الأرض وتحت الأرض ويوم العرض عليك، اللّٰهم قه عذابك يوم تبعث عبادك، اللّٰهم انزل نوراً من نورك عليه، اللّٰهم نورله قبره ووسع مدخله وانس وحشته، اللّٰهم ارحم غربته وارحم شيبته، اللّٰهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة، لاحفرة من حفر النار، اللّٰهم اغفرله وارحمه واعف عنه واكرم نزله، اللّٰهم ابدله دارا خيراًمن داره، وأهلاً خيراً من أهله، وذرية خيرامن ذريته وزوجاً خيرا من زوجه وادخله الجنة بغير حساب، برحمتك ياارحم الراحمين، اللهم انقله من ضيق اللحود ومن مراتع الدود الى جناتك جنات الخلود، لااله الاانت يا حنان يا منان يابديع السموات والارض تغمد المرحوم برحمتك ياارحم الراحمين، اللّٰهم اطعمه من الجنة واسقه من الجنة واره مكانه من الجنة وقل له ادخل من اى باب تشاء، اللّٰهم ان المرحوم فى ذمتك وحبل جوارك فقه من فتنه القبر وعذاب النار وانت اهل الوفاء والحق فاغفرله وارحمه انك انت الغفور الرحيم، اللّٰهم ان المرحوم عبدك ابن عبدك يحتاج الى رحمتك وانت غنى عن عذابه فارحمه۔

لندن سے مولانا اکرم صاحب ندوی لکھتے ہیں:

اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، آمین۔

کناڈا سے صفوان بھائی لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تبارک وتعالی آپ کے والد محترم کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، آپ کو آپ کے اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کناڈا سے مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون ، اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے، سب رشتے داروں کو صبر جمیل عطا فرمائے، اپنے وقت پر ہمیں حسن خاتمہ نصیب فرمائے، انشاءاللہ جمعہ تک ان کے لئے ایک قرآن ختم کردوں گا، دعاء کا طالب زکریا۔

پھر جمعہ کو پیغام آیا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمدللہ ابھی قرآن ختم کرکے آپ کے والد صاحب کے لئے ایصال ثواب کردیا، اللہ تعالی قبول فرمائے، دعا کا محتاج۔زکریا

ملیشیا سے مولانا عبدالماجد ندوی لکھتے ہیں:

وعليكم السلام ورحمة اللّٰه وبركاته، أحزنني هذا الخبر، انالـلّٰه واناالیه راجعون، اسأل اللّٰه تعالى أن يغفرله ويدخله فى وسيع جنانه ويصبره أهله۔

ممبئی سے ڈاکٹر عبدالوحید صاحب لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

ممبئی سے منصور مہتہ صاحب لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام، اللہ مغفرت فرمائے، اور آنیوالی منزل کو آسان کردے، اور آپ کو صبر دے۔

ممبئی سے جناب عبادصدیقی لکھتے ہیں:

اللہ تعالی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

ممبئی سے جناب قمرالدین انجینئر صاحب فرماتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی ان کی روح کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

ممبئی سے عابد جمال شیخ لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

ممبئی سے مولانا رشید احمد ندوی لکھتے ہیں:

انالـلّٰه وانا اليه راجعون، اللّٰهم اغفرله وارحمه وأسكنه فى فسيح جناته۔

ممبئی سے ریاست علی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے۔

ممبئی سے رفیق بھائی دودھ والے لکھتے ہیں:

اللہ تعالی آپ کے والد کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کے فیصلے فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطافرمائے۔آمین

لکھنؤ سے مولانا سید سلمان صاحب نقوی لکھتے ہیں:

انا للّٰہ واناالیہ راجعون، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ ونور قبرہ وادخلہ الفردوس۔

لکھنؤ سے مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی لکھتے ہیں:

اناللّٰہ وانا الیہ راجعون، ألھمکم اللّٰہ الصبروالسلوان۔

رائے بریلی سے مولانا معاذ حسنی ندوی لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی آپ کو صبر جمیل عطافرمائے۔

دہلی سے مفتی شاہ محمد لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انالـلّٰـہ وانا الیہ راجعون تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ وادخلہ فی جنۃ الفردوس وأعطاکم صبرا جمیلا۔

مفتی صاحب امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے، حادثہ تو یقیناً بہت بڑا ہے، یقیناً آپ حضرات کو بہت زیادہ غم ہوگا، بندہ بھی آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے، اللہ تعالی آپ حضرات کو صبر جمیل عطافرمائے اور والد محترم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے۔

دہلی سے الحاج عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ سے دعا ہے کہ انکی مغفرت کرے اور جنت میں اعلی مقام عطافرمائے۔آمین

دہلی سے مولانا رضوان فلاحی صاحب لکھتے ہیں:

انالـلّٰـہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واعف عنہ وادخلہ فسیح جناتك وألھم الصبرلکم ولذویکم۔

حیدرآباد سے مولانا ڈاکٹر انظر ندوی لکھتے ہیں:

أرفع الیکم أسمیٰ آیات التعزیة بھذہ المناسبة الحزینة وادعولہ من اللّٰہ المغفرۃولکم السلوان۔

حیدرآباد سے مولانا عبدالقیوم ندوی لکھتے ہیں:

وعـلیـکم السلام ،اناللّٰہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ مااخذ ولہ مااعطی، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔

غازی پور سے مولانا سعود الحسن ندوی لکھتے ہیں:

انـالـلّٰـہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فسیح جنات النعیم۔

مئو سے مولانا جمال احمد ندوی صاحب لکھتے ہیں:

مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کے والد محترم کی وفات کی خبر سنکر بہت افسوس ہوا، ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اوران کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے۔

پھلت سے مولانا وصی سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والد کا سایہ بہت سی رحمتوں کا ذریعہ ہوا کرتا ہے، انتقال کی خبر سن کر صدمہ ہوا، اللہ تعالی غریق رحمت فرمائے، ہم لوگ اپنی طرف سے ایصال ثواب کا اہتمام کریں گے، آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے، وصی سلیمان ندوی۔

نگلہ راعی سے مولانا سلیم صاحب لکھتے ہیں:

رب کریم سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی والد مرحوم کی مغفرت فرمائے، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے، اعلی علیین میں رب کریم ان کو جگہ عطافرمائے، اللہ تبارک وتعالی آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے۔آمین

نگلہ راعی سے مولانا بلال احمد قاسمی لکھتے ہیں:

اناللّٰہ وانا الیہ راجعون، تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ وشآبیب رحمتہ

سمستی پور سے مولانا نظام الدین صاحب ندوی لکھتے ہیں:

اللہ تعالی ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

مظفر پور سے مولانا احسان قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

وہاٹس اپ پر مسیج دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی، اللہ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، مرحوم کو اللہ جنت الفردوس نصیب فرمائے، آمین، حضرت والد صاحب کی طبیعت خراب تھی، اچانک ایسا ہوا، فون پر ابھی بات کرنے میں اچھا نہیں لگ رہا ہے، اس لئے آپ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، ہر انسان کو ایک نہ یک دن جانا ہے، اس لئے صبر سے کام لیجئے، زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سہارنپور سے جناب رفعت علی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سہارنپور سے ڈاکٹر کہکشاں صاحبہ لکھتی ہیں:

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ جنت الفردوس میں جگہ دے۔

سہارنپور سے مظفر انصاری صاحب لکھتے ہیں:

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ انکی مغفرت فرمائے۔

سہارنپور سے ڈاکٹر محمد اسلم صاحب لکھتے ہیں:

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

سہارنپور سے سید حسان صاحب لکھتے ہیں:

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ انہیں غریق رحمت کرے، اور انکے درجات بلند کرے۔

دیوبند سے شاداب بھائی لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام! اللہ تعالی غریق رحمت فرمائے، آمین ثم آمین، اللہ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، میری جانب سے تعزیت قبول فرمائیں۔

جگادھری سے مولانا شکیل صاحب ندوی لکھتے ہیں:

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

مرغوب پور سے قاری عرفان صاحب لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ آپ کے والد محترم کی مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ سکون عطا فرمائے۔

ریڑھی سے قاری ارشد صاحب لکھتے ہیں:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مفتی صاحب انشاء اللہ ضرور دعاء کی جائیگی، اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے، اللہ رب العزت ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، اللہ رب العالمین ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

سید مزرعہ سے مولانا لقمان صاحب قاسمی لکھتے ہیں:

سقى الله سبحانه وتعالى ثراه وجعل له الدرجات العليافي جنات الخلد ومثواه۔

پٹلوکر سے مولانا محمد طاہر قاسمی لکھتے ہیں:

انا لله وانا اليه راجعون، نحن مساهمون في هم وغمكم لارتحال أبيكم إلى رحمة ربه جل وعلا، ادخله الله فسيح جناته واسكنه ببحبوحة جنانه ورضي عنه وارضاه وألهمكم اجمعين الصبر والسلوان، وأوصى انشاء الله في مدرستي بقراءة القرآن الكريم له۔

سنسار پور سے مولانا سلیم صاحب قاسمی فرماتے ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مولانا طاہر صاحب نے مجھے آپ کے والد مرحوم کے انتقال کی خبر دی، بہت افسوس ہوا، اللہ تعالی ان کی مغفرت تامہ فرمائے، اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، بال بال مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، ماشاء اللہ آپ ان کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہیں، ان کی انشاء اللہ یقیناً اللہ کے یہاں مغفرت مقدر ہے، اللہ کی ذات سے امید ہے، اللہ صبر جمیل عطا فرمائے۔

فیس بک پر بعض احباب نے یہ کلمات لکھے:

میں نے فیس بک پر والد صاحب کے متعلق جو مضمون لکھا، اس

پر بعض حضرات نے یہ دعائیہ کلمات لکھے:

راوٗاحسن قاسمی نے لکھا:

اللہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

مولانا ابوعفان ندوی نے لکھا:

اللہ پاک حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مفتی سید ریاض ندوی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔

مولانا احسان دانش قاسمی لکھتے ہیں:

ایک انصاف پرور، انسان اس دار فانی سے چلا گیا، رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد سہارنپور، یوپی کے والد محترم ماسٹر عبدالستار صاحب جو انصاف پرور سچے اور اصول وقانون کے پابند تھے، اس دنیا کو چھوڑ کر دار اجل کو لبیک کہہ گئے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اور درجات کو بلند فرمائے، آمین، وہ ایک اچھے انسان تھے، جب میں مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد میں مدرس تھا تو مرحوم خود مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ ''میں اصول کا بہت پابند ہوں، جہاں بھی میں نے ملازمت کی اصول وقانون کی پابندی کی''۔

فیس بک پر مولانا احسان قاسمی کی خبر پر مفتی ریاض نے لکھا:

آپ نے بجا لکھا ہے، اللہ انکی مغفرت فرمائے۔

مجیب الرحمٰن نے لکھا:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

منصور حسنی ندوی لکھتے ہیں:

اللّٰهم غفرله وارحمه وادخله فی فسیح جناته، آمین۔

بلیک برن یوکے سے مولانا اسماعیل ملا لکھتے ہیں:

اللّٰهم اغفرله وارحمه وسكنه فی جنة الفردوس۔

فیس بک پر راقم نے والد صاحب کی وفات کی اطلاع دی تو بعض احباب نے لکھا:

مفتی ریاض نے لکھا:

اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

ممبئی سے شکیل احمد نے لکھا:

اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

دہلی سے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب قاسمی نے لکھا:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

کاندھلہ سے مولانا ارشد کاندھلوی نے لکھا: انـالـلّٰـه وانـا اليه راجعون، غفرالله لميتكم وألهم أهله الصبر والسلوان ۔

کویت سے مولانا نیاز احمد ندوی لکھتے ہیں:

انـاللّٰه وانا اليه راجعون، يتغمده فی رحمته ويدخله فی جنة الفردوس۔

پورقاضی سے ڈاکٹر شاہنواز غور نے لکھا:

اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ درجہ دے۔

ٹونک سے مولانا عامر ندوی لکھتے ہیں:

اللہ مغفرت فرمائے۔آمین

بہٹ سے مولانا عزیز اللہ ندوی نے لکھا:

اللہ غریق رحمت فرمائے۔

ہماچل پردیش سے مولانا ارشد کبیر خاقان نے لکھا:

اللہ غریق رحمت فرمائے۔

پنجاب سے قاری عزیز الرحمٰن نے لکھا:

اللہ جنت نصیب فرمائے۔

بھوپال سے مولانا عقیل خان ندوی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ہم سب کو دعائے مغفرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مئو سے مولانا ابصار الحق قاسمی لکھتے ہیں:

انـالـلّٰـه وانـا اليـه راجـعـون ، عـظـم الـلّٰـه أجـركـم ويغفرلوالدكم ويلهمكم الصبر والسلوان،آمين ۔

رائے پور سے مولانا بدر عالم ندوی لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔

ممبئ سے شریف احمد چودھری لکھتے ہیں:

اللہ تعالی اعلی علیین میں جگہ دے۔

مظفر نگر سے مولانا محمد اکرم ندوی لکھتے ہیں:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی مغفرت فرمائے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مولانا اقبال احمد ندوی لکھتے ہیں:

اناللّٰه وانا اليه راجعون، عظم الله اجرك وغفرله۔آمین

مولانا مفتی محمد ریاض ندوی نے فیس بک پر یہ خبر لکھی:

بڑے افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ میرے استاذ محترم مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے والد گرامی جناب حافظ عبدالستار عزیزی صاحب ابھی ابھی رحلت فرماگئے، تمام حضرات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے، اس پر بعض دوستوں نے دعائیہ کلمات لکھے:

رحمت الہی نے لکھا: الله يعطيهم الجنة الواسعة ۔

معیذ الدین ندوی نے لکھا: يغفرالله له۔

مولانا جمشید ندوی نے لکھا: اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اور انکو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

فیضی قاسمی نے لکھا: اللہ مغفرت فرمائے۔

بدر عالم نے لکھا: اناللہ وانا الیہ راجعون ، اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اور انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔

حفظُ ریاضی نے لکھا: اللہ مغفرت فرمائے۔

محمود عالم نے لکھا: اللہ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے،۔

ابوعفان ندوی نے لکھا:

اللہ پاک مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

مفتی راحت نے لکھا:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ مغفرت فرمائے۔

محمد عثمان نے لکھا: اللہ مغفرت فرمائے۔

غفران ساجد نے لکھا:

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

موسی کلیم نے لکھا: اللہ مغفرت فرمائے۔

محمد ذاکر انور نے لکھا: اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

تعزیتی مجالس:

بعض احباب نے تعزیتی مجالس منعقد کیں اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا، بعض حضرات کو خط کے ذریعہ اطلاع دی گئی، انہوں نے ایصال ثواب کر کے مطلع کیا۔

❁ مولانا بلال بجرولوی نے روزنامہ انقلاب میں یہ خبر شائع کی:

حافظ عبدالستار مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے تعزیتی میٹنگ

شاملی (اسٹاپ رپورٹر) مقامی دینی ادارہ جامعۃ السعادہ میں بزرگ صفت حافظ عبدالستار مرحوم کے ایصال ثواب اور خراج عقیدت کیلئے تعزیتی مجلس منعقد ہوئی، جس میں مرحوم کی حیات مبارکہ پر روشنی ڈالی گئی، اس موقع پر مولانا محمد عرفان ثاقب قاسمی نے کہا کہ مرحوم نے اپنی عمر عزیز کے ۸۴/سالہ دور میں قدیم وجدید دونوں ہی علوم حاصل کئے، وہ ماسٹر تھے، تو حافظ قرآن بھی تھے، ایک طرف مرحوم ۳/دہائی سے زائد عرصہ تک سرکاری ملازم رہے، تو بعد میں قرآن کریم کی خدمت بھی اس شان سے کی کہ ان کے شاگردان رشید میں بڑے اداروں کے مہتمم صاحبان اور شیخ الحدیث شامل ہیں، مولانا عرفان نے ان کے خلف مولانا مسعود عزیزی ندوی سے فون پر رابطہ کر کے تعزیت بھی پیش کی، اور کہا کہ اس دکھ کی گھڑی میں وہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں، غمزدگان میں مولانا فیضان ثاقب قاسمی، مولانا قمر، مفتی عبدالعلیم قاسمی،

مولانا معظم وغیرہ شامل تھے۔(بلال بجرولوی، روزنامہ انقلاب)

❁ جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ سے خبر موصول ہوئی کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مفتاحی قاسمی مہتمم جامعہ نے تعزیتی مجلس کا انعقاد کیا اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔

جرائد ورسائل میں تأثرات:

عربی مجلّہ ''البعث الاسلامی'' لکھنؤ میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے لکھا:

فضيلة الحافظ عبدالستار عزيزی فی ذمةالله تعالی

استأثرت رحمة اللّٰه تعالی بالحافظ عبدالستار عزيزی الأمين العام لمركز احياء الفكر الاسلامی بمديرية سهارن فور بولاية اترابرديش-الهند، وهو والد فضيلة الشيخ محمدمسعود العزيزی الندوی، وذلك فی ۱۷/ من شهر يونيو ۲۰۱۶م، الموافق ۱۱/من شهر شوال يوم الأحد۔

لقد تلقينا نبأ وفاته بأسی وأسف بالغين، فقد اتصل بنا الشيخ مسعود عزيزی هاتفياً وأخبرنا بالحادث، فإنا لله وانا اليه راجعون۔

كان الراحل الكريم من مواليد ۱۹۳۲م ،وقد حفظ القرآن الكريم بمدرسة فيض رحمانی فی سنسارفور، ثم التحق بمدرسة عصرية حيث تعلم اللغة الانجليزية وبعض العلوم العصرية، حتی تسنی له أن يتوظف فی منصب التدريس، وبعد ماتقاعد عن العمل الرسمی، شغل منصب الأمين العام لمركز إحياء الفكر الاسلامی،ومديرمجلة (نقوش اسلام) إلی مدة، وقد صدر فی اشرافه عددلابأس به من كتب اسلامية من مركز احياء الفكر الاسلامی۔

كانت له علاقة خاصة بعلماء عصره، ومن بينهم العلامة الشيخ عبدالقادر الرائے فوری(رحمه الله تعالی) والعلامة الشيخ محمدزكريا (رحمه الله تعالی) شيخ الحديث بجامعة مظاهر علوم سهارن فور، وكانت صلتة قوية بفضله الشيخ السيدمكرم حسين سنسارفوری، وهو الذی قام بالصلاة عليه، وقد خلف وراء ه أسرة حافلة بالأولاد والأحفاد۔

رحمه اللّٰه تعالی رحمة واسعة،وغفرله زلاته، وأسكنة فسيح جناته، وألهم أهله وأنجاله وذويه الصبر والسلوان۔(مجلۃ البعث الاسلامی لکناؤ شمارہ۴، جلد۶۲، اگست/ستمبر ۲۰۱۶ء)

❁ پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ نے لکھا:

۱۱/شوال ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷/جولائی ۲۰۱۶ء کو مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی کے والد ماجد جناب حافظ عبدالستار عزیزی کی وفات کی خبر موصول ہوئی، ان کی مختصر علالت کے بعد ان کی وفات سے صرف ایک گھر نے خلا محسوس نہیں کیا، اس ادارہ کے لئے بھی خلا کی بات ہے جو مرکز احیاء الفکر الاسلامی اور اس کے متعلق لڑکوں اور لڑکیوں کے مدرسہ میں جوان کی فکرمندی اور جذبہ تعاون سے ظاہر ظاہر ہوا۔

(تعمیر حیات ۱۰/اگست ۲۰۱۶ء)

خطوط کے ذریعہ تعزیت کرنیوالے علماء کرام:

جن حضرات کو ایصال ثواب کیلئے خطوط لکھے گئے، ان میں سے بعض کے جواب موصول ہوئے، بعض احباب نے مطلع ہوتے ہی تعزیتی خط لکھے:

(۱) حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری

مکرم ومحترم مدفیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، والد محترم کے حادثہ وفات کا علم گرامی نامہ سے ہوکر بہت موجب رنج وغم ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالی مغفرت کاملہ فرمائے، اور وہاں کی باغ وبہار عطا فرمائے، جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، مدرسہ کے مکاتب

میں قرآن خوانی کے بعد ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا اور دعائے مغفرت کا سلسلہ بھی جاری ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، فقط والسلام

۱۴/اگست ۲۱۶ء محمد سلمان

ناظم مظاہر علوم سہارنپور

(۲) حضرت مولانا محمد سلیم صاحب قاسمی

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب، زید لطفہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! آپ کا والا نامہ موصول ہوا، جس میں والد صاحب کے انتقال کی خبر پڑھ کر بہت رنج وقلق ہوا، دعا ہے کہ اللہ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، مدرسہ میں اجتماعی قرآن خوانی کرا کر ایصال ثواب کرا دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مرحوم یقیناً بہت خوبیوں کے مالک تھے، آپ اور آپ کا ادارہ اور اس سے ہونی والی تمام خدمات ان کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہے۔

والسلام

۱۳/۱۱/۳۷ہجری سلیم احمد خوشحالی پوری

ناظم تعلیمات مدرسہ فیض رحمانی، سنسار پور

(۳) حضرت مولانا محمد شاہد الناصری الحنفی

مدیر ماہنامہ ''مکہ میگزین''، ممبئی

مکرمی زیدت معالیکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خبر اہل علم کے حلقوں کے لئے افسوسناک اور رنج وحزن کا باعث بنی کہ جناب کے والد محترم حضرت حافظ عبد الستار عزیزی صاحب قدس سرہ نے بھی رحلت فرمائی، آپ اور آپ کے اہل خانہ کے لئے ظاہر ہے کہ یہ حادثہ بڑا غم ناک ہے مگر تعلق ومحبت کی بنیاد پر خاکسار کے لئے بھی یہ حادثہ عظمیٰ سے کم نہیں ہے کہ کسی کے والد کا داغ مفارقت دے جانا دنیا میں بہت بڑا حادثہ ہوتا ہے؛ لیکن یہ دستور الٰہی اور عادت اللہ ہے کہ اس نے عالم فانی میں ہست ونابود کا جو سلسلہ جاری فرمایا ہے، اس کو تسلیم کرنا ہی بندوں کیلئے رضا بالقضاء ہے اور عبدیت کی معراج بھی، اس غمناک موقع پر خاکسار آپ اور آپ کے اہل خانہ کے ہمراہ ہے، اور دعا گو ہے کہ رب رحمٰن الدنیا والآخرۃ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور بشمول جناب کے انکے دیگر پسماندگان کو بھی صبر جمیل مرحمت فرمائے، آمین۔ والسلام

محمد شاہد الناصری الحنفی

مدیر ماہنامہ ''مکہ میگزین''، ممبئی

(۴) حضرت مولانا قاری عبید الرحمٰن صاحب قاسمی

باسمہ تعالیٰ

گرامی قدر ومنزلت جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی زید مجدہم

رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سردست مجھے آپ کے والد مرحوم ومغفور کے سانحہ وفات کی خبر وحشت اثر عزیز گرامی مفتی محمد ساجد کھجناوری مدرس عربی جامعہ کی زبانی قدرے تاخیر سے معلوم ہوسکی: اناللہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل عندہ باجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب۔

کوئی شبہ نہیں یہ حادثہ آپ اور جملہ اہل تعلق کے لئے غیر معمولی ہے، آپ والد مرحوم کی مستجاب دعاؤں سے زندگی بھر کے لئے محروم ہوگئے، پھر والد بھی ایسے کہ جن کے شام وسحر خدمت دین ہی کے لئے وقف تھے، بہرکیف یہ قضا وقدر کے اٹل فیصلے ہیں جن پر صبر وشکر کی بجا آوری ہی ایک مومن کا وظیفہ حیات ہونا چاہئے۔

آپ ماشاء اللہ عالم وفاضل آدمی ہیں، اس لئے امید کرتا ہوں کہ غم واندوہ کے ایسے صبر آزماں حالات میں بھی بتوفیق الٰہی جادۂ مستقیم پر گامزن رہ سکیں گے، اللہ پاک والد محترم کی بال بال مغفرت فرمائے

اور زلات سے درگزر فرما کر اپنے جوار خاص میں مقام رفیع مرحمت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔

میری اور کارکنان واساتذہ جامعہ اور طلباء کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں، دعوات صالحہ میں یاد آوری کی گزارش ہے۔

۷/۱۱/۱۴۳۷ ہجری شریک غم

۱۰/۸/۲۰۱۶ء مولانا قاری عبید الرحمٰن قاسمی

قائم مقام مہتمم اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

جن حضرات نے استرجاعی کلمات پیش فرمائے:

مولانا آصف ندوی ممبئی، الحاج اشفاق صاحب ممبئی، محمد علیم میرٹھ، مولانا عمران صدیقی ندوی ممبئی، مولانا منصور حسنی ندوی، مولانا اسامہ کاندھلوی، عبید صابری لسٹر یوکے، عمیر شیخ ممبئی، صبیح الرحمٰن دہلی، قاری ساجد کشن پور، شکیل احمد لوساکا، مولانا شاکر فرخ ندوی مانک مئو، اشفاق عنبر وغیرہ۔

مذکورہ جملہ احباب اور باقی تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح سے والد صاحب کے سلسلہ میں کوشش کی، دعائیں کیں، جتنے نام محفوظ رہ سکے اور یاد رہے ان کا تذکرہ کر دیا، اگر کسی مخلص کا نام رہ گیا ہو تو وہ اللہ کے یہاں اجر کا مستحق ہوگا، وہ راقم کو معاف فرمائے، اخیر میں تمام قارئین سے گزارش کروں گا کہ وہ والد صاحب کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ والد صاحب کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁

خصوصی شمارہ

بیاد حضرت الحاج حافظ عبد الستار صاحب عزیزیؒ

پیش نظر شمارہ والد صاحب مرحوم کے حالات پر خصوصی نمبر کے طور پر شائع کیا جارہا ہے، اس میں والد صاحب کے معاصر و شاگردوں اور اہل تعلق کے تأثرات شامل کئے جارہے ہیں۔

احساسات

حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ کی حسین یادیں

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

تمہید:

اس عالم رنگ وبو میں انسانوں کا مرنا اور جینا کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں ہے، روزانہ ہی بیشمار انسان مرتے ہیں اور خاک ارض ان کو ہضم کر جاتی ہے، ان کی موت پر کوئی کف افسوس ملنے والا بھی نہیں ہوتا؛ لیکن پروردگار عالم نے اس عالم میں ایسی عظیم المرتبت شخصیات بھی پیدا فرمائی ہیں، جن کی وفات ہزاروں انسانوں کو سوگوار بنا دیتی ہے، ان ہی میں حافظ عبدالستار صاحب عزیزی بھی ہیں، مرحوم بڑے باغ وبہار، بلند حوصلہ، نڈر اور بیباک انسان تھے، وہ جس مجلس میں بھی ہوتے اپنی باتوں اور اشعار سے حاضرین کو محظوظ فرماتے رہتے تھے۔

تم کیا گئے رونق ہستی چلی گئی

حافظ عبدالستار صاحب کے گونا گوں امراض کی وجہ سے یہ خطرہ ہر وقت لگا رہتا تھا کہ یہ چراغ کہیں گل نہ ہوجائے، مگر مرحوم اتنی جلدی سفر آخرت پر چلے جائیں گے اور زمین اوڑھ کر ہمیشہ کے لئے ہم سے رخ زیبا چھپالیں گے، اور ہم ''روئے گل سیر ندیدم کہ بہار آخر شد'' کہتے رہ جائیں گے، اس کی توقع نہ تھی:

ہم نے چاہا تھا کہ نہ ہو مگر ہوئی صبح فراق
موت کا جب وقت آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں

جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے محسن:

میرے والد جناب منصب علی صاحب مرحوم اور حافظ عبدالستار صاحب کے پدر بزرگوار جناب منشی عبدالعزیز صاحبؒ دونوں ہی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ سے بیعت تھے، اور دونوں میں بہت محبت اور گہرے تعلقات تھے، ان حضرات کے بعد میرے اور حافظ عبدالستار صاحب کے تعلقات مضبوط تر ہوتے چلے گئے، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے پرائمری سیکشن میں ایک قابل دیندار مدرس کی ضرورت پیش آئی، برادر عزیز حافظ منشی عبدالستار صاحب نے میرے پیہم اصرار کے بعد مدرسی قبول کرکے احسان فرمایا اور تعلیم کے ساتھ ادارہ کے مشکل معاملات اپنے اثر ورسوخ سے حل فرمائے، ریلوے کنسیشن کے لئے اپنے والد بزرگوار کے تعلقات کی وجہ سے جلال آباد ایم پی صاحب کے یہاں سفر کیا، اور کامیابی حاصل کی، اس کے علاوہ اور دوسرے مشکل معاملات حل فرمائے، جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

مسجد رشید مظفر آباد کے محسن:

جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے بعد جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں میرا قیام تھا، حافظ عبدالستار صاحب کے برادر اکبر جناب حکیم نذیر احمد صاحب صدر مدرسہ انوارالقرآن نعمت پور جو مسجد رشید مظفرآباد کے متولی تھے اور مسجد کی تعمیر کے لئے جدوجہد میں مصروف تھے، لنٹر ڈالنے کے لئے پیسہ نہیں تھا، ایک دن خواب دیکھا کہ مرادآباد محمد عمر کے پاس پہنچوں، چنانچہ دونوں بھائی مرادآباد تشریف لائے اور خواب کا واقعہ بیان فرمایا، میں ان دونوں بھائیوں کو لیکر ایک صاحب خیر کے یہاں گیا، ان صاحب نے دریافت کیا کہ خرچ کا تخمینہ کیا ہے؟ سستا زمانہ تھا، حکیم صاحب نے فرمایا، دس ہزار روپیہ، انہوں نے فوراً رقم عنایت فرمادی، دونوں بھائی رقم لیکر واپس آگئے اور مسجد رشید کی

چھٹ ڈلوادی۔

مرحوم کے دو ہونہار بیٹے:

حافظ عبدالستار صاحب کے دو بیٹے ہیں، بڑے بیٹے مرغوب عالم کو ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی، چھوٹے بیٹے جو عالم دین اور مفتی ہیں، حافظ عبدالستار صاحب نے چھوٹے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ رکھی، مکتبی تعلیم اور قرآن کریم حفظ کے بعد جناب حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کی زیرنگرانی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں داخل فرمادیا، یہاں کی تعلیم وتربیت سے فیضیاب ہونے کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کے زیر سایہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل فرمایا۔

مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے محسن:

اخیر شعبان ۱۴۲۰ہجری میں مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب علوم وفنون کا ذخیرہ لئے ہوئے اپنے آبائی وطن مظفر آباد پہنچے، اور یہاں کی سنگلاخ زمین میں مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے نام سے ایک دینی تحریک اور ادارے کی بنیاد ڈالی، جس کے تحت ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیۃ'' اور ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' قائم فرمائے، ماشاء اللہ دونوں ادارے نرالی شان اور حسن انتظام کے ساتھ تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دے رہے ہیں، حافظ عبدالستار صاحب ان دونوں اداروں کے محاسب اور خازن بھی تھے، مفتی محمد مسعود صاحب نے عام مسلمانوں کی اصلاح کیلئے مارچ ۲۰۰۶ء سے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' جاری کیا، حافظ عبدالستار صاحب اس رسالہ کے مدیرانتظامی تھے۔

راقم سے ملاقاتیں:

جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مرکز احیاء الفکرالاسلامی مظفرآباد کی جامع مسجد میں راقم کی حاضری ہوتی تھی اور وہاں پر حافظ عبدالستار صاحب سے ملاقات ہوجاتی تھی، اتفاق سے اگرکسی جمعہ کو دوسری جگہ پہنچ گیا، تو سوال فرماتے، جمعہ کہاں ادا کیا؟ اور درمیان ہفتہ میں احقر کے مکان پر پہنچتے اور ہدایا پیش فرماتے۔

وفات سے قبل فون پر گفتگو:

حافظ عبدالستار صاحب نے سفر آخرت سے تقریباً ۱۵رگھنٹہ پہلے اتوار کی شب میں راقم کو فون کیا کہ کہاں ہیں، رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو ملاقات ہوئی تھی، عیدالفطر کی نماز آپ نے کہاں پڑھی؟ میں نے جواب دیا جامع مسجد میں، فرمایا جامع مسجد سہارنپور میں، میں نے عرض کیا کہ نہیں جامع مسجد مظفرآباد میں اور جمعہ کہاں پڑھا؟ میں نے جواب دیا مہیسری خورد میں، اس کے بعد میں سہارنپور پہنچ گیا، ڈیڑھ بجے مفتی محمد مسعود صاحب کا فون آیا کہ ابا نہیں رہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، فوراً واپس آکر جنازہ میں شرکت کی:

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

بچپن، جوانی اور بڑھاپا کے ساتھی اور رازدار، غم گسار کی جدائی عرصہ تک ستائے گی، اور بار باران کی کمی کا احساس کیا جاتا رہے گا، حافظ عبدالستار صاحب کے لئے صاحبزادگان اور صاحبزادیاں اور یہ دینی ادارے جو لائق فرزند مفتی محمد مسعود صاحب نے قائم فرمائے ہیں، صدقہ جاریہ ہیں، اللہ تعالی مرحوم کی سیئآت کو معاف فرما کران کی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے اور جنت الفردوس میں داخل فرما کر اعلی مقام عنایت فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حاصل رہا ہے مجھ کو ملاقات کا شرف
مٹی کا ایک چراغ تھا سورج سے فیضیاب

❁❁❁

احساس جدائی

میرے ہمراز وہم باز، ہم عصر اور ہم عمر کی وفات

حضرت الحاج منشی عبدالغفور صاحب ناظم مدرسہ ’’انوارالقرآن‘‘ نعمت پور

آں محترم کے والد بزرگوار، میرے برادر خرد الحاج حافظ عبدالستار صاحب ہمراز وہم باز، ہم عصر وہم عمر کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا احساس آپ اور آپ کے خاندان کے تمام افراد کو جس قدر ہوا ہے وہ ظاہر وباہر ہے، مرحوم چونکہ میرے بچپن سے انتہائی مخلص پریمی اور بے لوث قریبی مصاحب تھے، اس لئے مجھے بھی ان کے اس اچانک سانحہ ارتحال سے بڑا قلق وملال اور صدمہ ہوا ہے۔

صاف گوئی، حق بیانی اور خوش خلقی آپ کی ذات کا حصہ تھیں، خاکساری، کسر نفسی اور خاندانی شرافت بدرجہ اتم منجانب اللہ آپ کے قلب وجگر میں ودیعت تھی، نسلاً شریف النفس وسیع الاخلاق تھے، طبیعت کشادہ، مزاج شگفتہ پایا تھا، کفایت شعاری اور جزرسی آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ بڑے ذکی ذہین اور فہیم تھے، اردو زبان وادب کے ممتاز ادیب ومفکر تھے، جامعہ اردو علی گڑھ کے تمام امتحانات اعلی نمبرات سے پاس کئے ہوئے تھے، عصری لائن سے جونیر ہائی اسکول اور نارمل اسکول (مظفرنگر) سے ماسٹری کے سند یافتہ تھے، ایک زمانہ میں انجمن اصلاح الراعیان (جمعیۃ الراعین) کے جنرل سکریٹری کے عہدے کے فرائض بحسن وخوبی انجام دئے، سہارنپور ضلع کی قدیم وعظیم مشہور ومعروف دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کے شعبہ ریاضی میں درسی خدمات اعلی پیمانہ پر انجام دیں، بدیں وجہ طلبہ میں مقبول اور ذمہ داران میں محبوب رہے تھے، آپ خوشحال وخوش خصال معزز زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، اپنی زمین جائیداد کی نگرانی اور بذات خود کاشتکاری بھی خوب کی ہے، ۳۴ رسال نعمت پور کے پوسٹ آفس میں B.P.M کے منصب پر فائز رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھایا، اردو، ہندی، انگریزی اور انشاء پردازی آپ کی انفرادیت لئے ہوئے تھی، آپ کا اصلاحی تعلق حضرت اقدس مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری دامت برکاتہم سے تاحیات رہا، کتب دینیہ کا مطالعہ آپ کے معمول میں شامل تھا، علاوہ ازیں اور بھی بہت سے اوصاف وکمالات کے حامل تھے: ع

خدا بخشے ان گنت خوبیاں تھیں مرنیوالے میں

اب ہم سب کے لئے صبر وتحمل اور مرحوم کے لئے ایصال ثواب نیز اخروی درجات کی بلندی کی دعاؤں کے علاوہ کوئی شی نفع بخش نہیں، یہی جانتے ہوئے یہاں مدرسہ میں بعد قرآن خوانی تمام اساتذہ وطلبہ نے مرحوم ومغفور ماسٹر جی کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب کیا اور کرایا، مغفرت اور نجات کی دعائیں بھی کی گئیں، اللہ رب العزت مرنیوالے کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر بال بال مغفرت کے فیصلے فرمائے، روح انور کو اعلی علیین میں جگہ دے، جملہ پسماندگان کے غمزدہ دلوں پر صبر جمیل القاء فرمائے، آمین۔

مرحوم کی نماز جنازہ میں جم غفیر کا ہونا، حضرت اقدس سنسارپوری دامت برکاتہم کا باوجود انتہائی نقاہت وکمزوری کے استقامت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھانا بڑی سعادت اور مغفرت کا باعث ہیں، تدفین بستی کے قبرستان کلاں بنام امام علی شاہ میں انتقال والے دن ہی ۱۷ رجولائی ۲۰۱۶ء بروز یکشنبہ کو بعد نماز مغرب ہزاروں عزیز واقرباء اور دیگر سوگواروں کے ہجوم کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

ہو منور قبر تیری، روح کو آئے قرار
مغفرت ہو اور جنت کے مزے ہوں بیشمار

غم محسن

منشی عبدالستار عزیزی - حیات مستعار کے چند گوشے

حضرت مولانا محمد اختر قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

اس دنیائے رنگ و بو میں بہت سے انسان اپنی اپنی خوبیوں اور اوصاف جمیلہ کے ساتھ نمودار ہوئے اور مخلوق خدا کو اپنے کمالات سے مستفید کرکے اپنی حیات مستعار پوری کر گئے، ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے اچھے تذکرے زبان زد عوام وخواص ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ''خیر الناس من ینفع الناس'' کے بموجب اچھا انسان وہی ہے جس سے لوگوں کو نفع پہنچے، ایسے انسانوں میں جناب حافظ ماسٹر عبدالستار صاحب عزیزی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جن کا مولد ومسکن مظفر آباد- جو ضلع سہارنپور کا پرگنہ ہونے کی وجہ سے مشہور مقام ہے- کا ایک محلّہ مسمّیٰ مظفری ہے، ان کے والد مرحوم جناب منشی عبدالعزیز صاحب مرحوم اپنے گاؤں کے مشہور لوگوں میں تھے، اور اپنے وقت کے زمیندار تھے، جناب ماسٹر عبدالستار صاحب مرحوم اپنے والد مرحوم کے صحیح جانشین اور ان کے اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔

۱۹۶۴ء کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب دامت برکاتہم سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ضلع سہارنپور (یوپی) کی نظر انتخاب پرائمری درجات کیلئے ماسٹر صاحب مرحوم پر پڑی، اور ۱۹۶۴ء میں درجہ پرائمری کیلئے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں ان کا تقرر فرمالیا، ماسٹر صاحب حضرت مولانا محمد عمر صاحب دامت برکاتہم کے دست راست تھے، ہر موقع پر ہمدردانہ مشورہ اور تعاون ان کا وطیرہ تھا، پرائمری درجات کے طلباء کی تربیت اور تعلیم پر ان کی خصوصی توجہ تھی، انہیں کے زمانہ تدریس میں جامعہ کے لئے بیرونی طلباء کیلئے ریلوے کنسیشن (Railway Concession) کی کوشش کامیاب ہوئی اور طلباء کیلئے سفر میں کفایت میسر ہوئی، جامعہ کے اسی شعبہ کے تحت پولٹری فارم (Poultry Farm) اور اس سے متعلق سہولتوں کا انتظام ماسٹر صاحب کی جدوجہد کا مرہون منت ہے، ماسٹر صاحب مرحوم ملنسار، خوش اخلاق، جامعہ کی ذمہ داریوں کو بروقت انجام دینے والے اپنے رفقاء کے ساتھ ملاطفت اور ہمدردانہ سلوک کرنیوالے تھے، بندہ کو ماسٹر صاحب مرحوم سے باقاعدہ تلمذ حاصل نہیں، چونکہ ۱۹۶۴ء میں فدوی دارالعلوم دیوبند میں مختصر المعانی وغیرہ کتب کا طالب علم تھا، اور جناب ماسٹر صاحب مرحوم ۱۹۶۴ء میں جامعہ کی مسند تدریس پر فائز ہوئے، مگر بندہ ہمیشہ انہیں اپنے استاد کا درجہ ہی دیتا رہا، پھر آج ان کے وصال کے بعد اگر یہ راز سربستہ ظاہر کردیا جائے تو کچھ نامناسب نہیں کہ انہوں نے میری غربت کی طالب علمی میں خاموشی کے ساتھ مدد فرمائی، جس کا صلہ اللہ کے یہاں یقیناً درج ہوا، اور اخلاص یہ انتہائی درجہ ہے، دعا ہے اللہ تعالی آپ کی قبر کو منور فرمائے، بندہ ہمیشہ ان کے اس احسان کا احسان مند رہا اور تاحیات رہوں گا، ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۹ء تک ان کی کارکردگی کا عمدہ زمانہ ہے، فرمایا کرتے تھے کہ ''رہے ڈیوٹی پہ حاضر تو کیا کرے گا ناظر'' ان کی ذمہ داری کے احساس کی کھلی دلیل ہے۔

جنوری ۱۹۶۸ء میں فدوی کا تقرر جامعہ میں ہوا تو جناب ماسٹر صاحب کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا، ان کے دیرینہ تجربات ملازمت کے بہت سے تجربات سے استفادہ کا موقعہ ملا، آج ماسٹر صاحب مرحوم ہمارے درمیان نہیں رہے، ہم ان کیلئے مغفرت اور ترقی درجات کی دعا کرتے ہیں اور ان کے ہونہار بیٹے جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی وڈاکٹر مرغوب عالم سے امید کرتے ہیں کہ وہ ماسٹر صاحب مرحوم کے اوصاف حمیدہ کے حامل ہونگے، ان کی صحیح تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں جناب مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب بیک وقت تعلیم کے دو اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں، اللہ تعالی مفتی صاحب موصوف کو ترقیات سے سرفراز فرمائے، آمین۔

غم مشفق

میرے بیحد مشفق و مہربان استاذ

حضرت حافظ منشی عبدالستار صاحب عزیزیؒ

حضرت مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی، دوحہ قطر

بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے بیحد مشفق و مہربان استاد منشی عبدالستار صاحب عزیزی سابق استاد جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے، میں نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں حفظ قرآن میں داخلہ لیا، تو اس وقت منشی جی کے بارے میں لوگوں سے بہت زیادہ سنا تھا کہ منشی جی بڑے قابل اساتذہ میں سے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے وہ موقعہ بھی عنایت فرمایا کہ آپ کے پاس اللہ نے ۱۹۶۸ء میں تعلیم حاصل کرنیکا موقع عطا فرما دیا اور دیکھا کہ جیسا منشی جی کے بارے میں سنا تھا، اس سے بھی زیادہ آپ کو قابل پایا، آپ کے بارے میں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا، کہ وہ بے پناہ ایکٹیو (Active) اور نشیط قسم کے انسان تھے، جامعہ اسلامیہ ریڑھی دارالعلوم دیوبند میں دو ہی آدمیوں کو ایسا پایا جو بے پناہ ایکٹیو (Active) تھے، ایک ہمارے منشی جی اور دوسرے استاد مکرم مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ۔

منشی جی اپنے طلبہ کو بے حد حوصلہ دیتے، کبھی یہ کہتے جو لوگ میرے سامنے بیٹھے ہیں، انہیں میں صدر جمہوریہ بھی ہوں گے، اور انہیں میں سے وقت کے امام بھی بنیں گے، انہیں میں سے حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنی بنیں گے، منشی جی میرے پاس معہد الرشید الاسلامی جگادھری میں جتنی بار بھی تشریف لائے تو آپ نے یہ فرمایا: ''میرے شاگردوں میں سے آپ دو ایسے ہیں کہ میں نے جو کچھ سوچا تھا، اللہ نے آپ دونوں کو اس سے بھی آگے پہنچا دیا، اور وہ دو میں سے ایک تو راقم اور دوسرے قاری عاشق الٰہی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ ہیں''۔

ایک بار دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کے زمانہ میں مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کو خاکسار پپلی مزرعہ یمنا نگر ہریانہ لیکر گیا، تو رات کے پروگرام میں میں نے ایک نعت پڑھی اور ساتھ ہی ساتھ عشاء کی نماز بھی پڑھائی، منشی جی پپلی مزرعہ اپنی بیٹی کے یہاں پہنچے ہوئے تھے، تو آپ نماز کے بعد ملے اور فرمایا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ نعت پڑھنے والا اور نماز پڑھانے والا یہاں کا رہنے والا نہیں ہے، اور میرے نعت پڑھنے اور نماز پڑھانے کی بے حد تعریف فرمائی، آپ کے پاس میں نے سوم فوقانیہ اور چہارم فوقانیہ کی تعلیم حاصل کی، پہلے سال میں منشی جی نے مجھے کوئی ذمہ داری نہیں دی؛ لیکن اگلے سال چہارم فوقانیہ میں تینوں کلاسوں سوم، چہارم اور پنجم فوقانیہ کا مانیٹر بنایا، یہ ان کی بیحد محبت اور الفت کی بات تھی، اسی طرح دارالافتاء سعودی عرب کی طرف سے میں جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ میں مبعوث تھا، اس وقت آپ میرے پاس تشریف لاتے اور کافی دیر تک گفتگو فرماتے، آپ ہمارے بہت بڑے محسن اور مکرم استاد تھے، اب آپ اس دنیا میں نہ رہے، اس کا بیحد افسوس ہے، پھر آیت قرآنی کی طرف نظر جاتی ہے: ''كل من عليها فان، ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام'' تو پھر اپنے کو مجبوراً تسلی دینی پڑتی ہے کہ ہر ایک کو دنیا سے چلے جانا ہے۔

میں اپنے ایسے مبارک استاد کے احسانات تو نہیں چکا سکا، لیکن میں نے اس کی ادنی سی کوشش یہ کی ہے کہ آپ کے قابل اور لائق ہونہار صاحبزادے مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کو چاروں سلسلوں اور حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے سلسلہ میں بیعت و ارشاد کی اجازت دی ہے، اللہ آن عزیز کو بیحد اپنے دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے، اور حضرت منشی جی کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائے، آمین یارب العالمین۔

احساس دل

آہ! میرے مربی ومشفق استاذ

حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

میرے مربی، میرے مشفق، میرے ہمدرد، میرے محترم استاذ یعنی حضرت الحاج الحافظ منشی عبدالستار صاحبؒ جن کے دامن عاطفت میں رہ کر میں نے ۱۹۶۵ء میں اپنی فوقانی تعلیم کا آغاز کیا اور مسلسل دوسال تک تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی ہر نوع کی خدمت (ناشتہ تیار کرنا، کھانا لانا، کپڑوں کی صفائی، کمرہ کی صفائی، نیز ان کی کتابوں ودیگر اشیاء کی آرائش وحفاظت) کا شرف حاصل کیا، مخدوم ومرحوم! مجھے پرخلوص انداز میں مختلف متعدد ماحول میں رہ کر زندگی گزارنے کے آداب وسلیقے بھی سکھایا کرتے تھے، اسی کا ثمرہ ہے کہ بحمداللہ آج اہل اللہ وبزرگان دین کی روح پرور مجالس ہوں یا رؤساء وامراء کی رنگین وپررونق محفلیں جن میں نشست وبرخاست کا اکثر واسطہ پڑتا رہتاہے، ہر کام میں انابت ومحبوبیت حاصل ہورہی ہے، اس میں میرے دوسرے کرم فرما اساتذہ کرام کی تربیت کا بھی خاصا دخل ہے۔

استاذ مرحوم کے زندگی کے سانس کی آخری حرکت تک مجھ پر بیکراں احسانات اور بے پناہ شفقتیں سایہ فگن رہیں، انہیں جب میں یاد آتا تو فوراً فون کے ذریعہ پوچھتے کہ تم نے مجھے پہچان لیا؟ میں جواباً عرض کرتا کہ اپنے عظیم محسن کو کیسے بھول سکتا ہوں، چونکہ میں ان کی آواز پہچان لیتا تھا، پھر سلسلہ گفتگو میں اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے کہ میں صدق دل سے کہتا ہوں کہ مجھے الحمدللہ اس پر ناز وفخر ہے کہ میں آپ جیسے لائق شاگرد کا استاذ ہوں، یہی نہیں بلکہ میں آپ کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں، حتی کہ میں اپنے اس تصور کا مخلصین کے مابین بھی برملا اظہار کرتا رہتا ہوں۔

گذشتہ رمضان المبارک سے قبل باہر سفر میں جانے کے وقت انہوں نے فون پر تقریباً نصف گھنٹہ تک تفصیلی گفتگو کی، جس میں اپنے وقتی حالات کی نیز ضروری راز ونیاز کی باتیں کیں، انکی سب باتیں لگن ودلچسپی سے سنیں اور موقعہ بموقعہ جواباً تسلی آمیز کلمات سے انہیں محظوظ کرتا رہا، وہ بہت مسرور ہوئے۔

آخر میں فرمایا میرے عزیز! تمہیں اپنی سرگزشت سنا کر میں نے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا، اب مجھے الحمدللہ بے حد سکون ہوگیا، پھر شکایت کرتے ہوئے فرمانے لگے میں ہی تمہیں کبھی فون کرلیتا ہوں تم کبھی فون نہیں کرتے، میں نے اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس وقت مجھے ایک نیک سفر درپیش ہے، واپسی پر عیدالفطر کے بعد انشاءاللہ آپ کے پاس ضرور حاضر ہوکر ملاقات کا شرف حاصل کروں گا، لیکن افسوس کیا معلوم تھا کہ ان سے دنیاوی زندگی میں ملاقات مقدر نہ ہوگی، کہ اچانک ۱۱رشوال المکرّم ۱۴۳۷ھ بروز اتوار بوقت شام عزیزم مفتی محمد مسعود عزیزی سلمہ خلف الرشید کے فون کی گھنٹی بجی اور یہ غمناک خبر سنی کہ آپ کے محترم ومربی استاذ اور میرے والد مکرم اس دار فانی سے رخصت ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، اس طرح جانبین کے دلی ارمان دل میں ہی رہ گئے:

آخر شب کہ ہم سفر فیض نہ جانے کیا ہوئے
رہ گئی کس جگہ صبا، صبح کدھر نکل گئی

بصمیم قلب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، بعد عصر مظفرآباد پہنچ کر چہرۂ مبارک کا آخری دیدار کیا اور بعد نماز مغرب بزرگ ہستی حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی، آخری رسومات شرعیہ میں شرکت کرکے قلب مغموم کے ساتھ کف افسوس ملتے ہوئے، یہ شعر پڑھا اور واپس لوٹ آیا:

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

آں مخدوم کے جملہ اعزاء وبالخصوص صاحبزادگان وبیٹیوں کے غم میں برابر کا شریک ہوں، اور مکرر صبر کی تلقین کرتا ہوں۔

غم جدائی

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لیکر

حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ'' جب سے یہ دنیا قائم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا ہے، اسی وقت سے موت وحیات کی ایک کشمکش جاری ہے، دنیا میں ہر آن موت وزیست کی پنجہ آزمائی ہے، آج تک زندگی پر موت کو یقینی فتح ہوئی ہے، اور یہ غیر معمولی واقعہ ہے، اس کے باوجود موت کے وقوع، سانحہ ارتحال اور حادثہ انتقال پر اہل خانہ، اعزہ واقربا، احباب ورشتہ دار، متعلقین حیرت زدہ، افسوس زدہ، متحیر ہی نہیں بلکہ ماتم کناں ہوکر رہ جاتے ہیں: ؎

عمر بھر زیست کے ہمراہ اجل جاتی ہے
تاک میں رہتی ہے، یکلخت نگل جاتی ہے

راقم نماز عصر کی تیاری میں تھا، اطلاع ملی کہ صاحب نسبت عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد کے رئیس اور روح رواں، ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے چیف ایڈیٹر کے والد محترم حضرت حافظ الحاج منشی عبد الستار صاحب عزیزی مالک کائنات کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے رب حقیقی کے پاس آغوش رحمت میں جا پہنچے، اور ہمیں داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

جناب حافظ عبد الستار صاحب سے میرا دیرینہ تعلق تھا، میں نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا، بڑے ملنسار، خوش وخرم، متواضع شخص تھے، صداقت وحق گوئی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں تھی، آپ کے رگ وریشہ میں خشیت الٰہی، ذوق عبادت پیوست تھا، آپ کی زندگی اخلاص وللّٰہیت، زہد وتقویٰ سے مزین تھی، آپ نے پوری زندگی بزرگوں کی خدمت، علماء، صلحاء اور حفاظ کی قدر دانی میں گزاری، جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور تشریف لاتے اور راقم سے ملاقات کرتے، حسن عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے فرماتے کہ آپ سے مل کر بہت سکون ملتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے راقم کو جامعہ کاشف العلوم کے اہتمام کی ذمہ داری سونپی تو حضرت حافظ صاحب نے مجھے مبارک بادی کا خط لکھا، جس میں انہوں نے ناکارہ سے متعلق اپنے حسن ظن کا اظہار کیا، وہ خط یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

منبع رشد وہدایت حضرت الحاج مولانا محمد ہاشم صاحب مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ ''کاشف العلوم''، چھٹمل پور، ضلع سہارنپور
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ! الحمد للہ ہر طرح عافیت ہے، خدا کرے مزاج عالی بھی بعافیت تمام ہوں گے۔

دیگر تحریر اینکہ حضرت مولانا محمد اسلم صاحبؒ سابق مہتمم جامعہ کاشف العلوم کے بعد جامعہ کاشف العلوم کے مہتمم منتخب ہونے پر آپ کو میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، یہ انتخاب منجاب اللہ ہے، آپ کے علاوہ کوئی اس کا اہل بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو قبول فرمائے اور آپ کی عمر اقبال میں ترقی فرما کر قوم کی خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

والسلام
۲۱/اپریل ۲۰۱۲ء عبد الستار عزیزی

جامعہ کاشف العلوم کے ابتدائی دور میں اپنی آمدورفت کا بڑے شوق سے ذکر فرماتے اور سابق مہتمم حضرت مولانا شریف احمد صاحب کے جرأت مندانہ کارناموں کو بیان کرتے۔

شریک حیات کے انتقال کے بعد میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بالکل ٹوٹ گئے ہیں، اور آپ کے مزاج میں بڑی تبدیلی دیکھی گئی، آپ کی زندگی میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے، آپ نے بڑے حوصلہ اور بڑی سنجیدگی وحکمت عملی سے ان کا دفاع کیا، وہ اپنی کسی تکلیف کا اظہار اللہ تعالی کے علاوہ کسی سے نہ کرتے۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ کو اشعار کا بہت شوق ہو گیا تھا، اشعار وغزلیں گنگناتے اور عشق ومحبت میں ڈوب کر نعتیں پڑھتے، سال گزشتہ جب زیارت حرمین شریفین سے راقم کی واپسی ہوئی تو حضرت حافظ صاحب مرحوم ملاقات کے لئے تشریف لائے اور سفر مدینہ کے احوال سنے، روضہ پاک کی حاضری کے لئے جو اشعار میری زبان سے جاری ہوئے تھے، اصرار کر کے ان کو لیا اور فرمایا کہ آئندہ ملاقات پر میں ان کو حفظ سنادوں گا، مگر کیا معلوم تھا کہ اب ملاقات نہ ہو سکے گی، ایک لمبے وقت تک آپ نے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، آپ عصری علوم کے ماسٹر ونشی تھے، آپ ایک عرصہ تک سرکاری ملازم رہے، ڈاک خانہ میں حصول ڈاک ونگراں ڈاک کے عہدہ پر فائز رہے، بڑی دیانت داری سے اپنا کام انجام دیتے رہے، جب کہ آپ خاندانی اعتبار سے بھی صاحب ثروت تھے، کاشت کاری کا کام بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے اور اپنے ماتحتوں پر ہمیشہ نرم رہے، یہی عادت آخر عمر میں مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے ملازمین، اساتذہ ومعلّمات میں رونما ہوئی، شاگردوں سے آپ کا پدرانہ برتاؤ رہتا تھا، درس دیتے وقت شاگردوں کو اس وقت تک نہ چھوڑتے تھے جب تک سبق ذہن نشین نہ ہو جاتا، آپ کا اسباق کی تفہیم پر بہت زور رہتا تھا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے، ان میں سرفہرست کچھ نمایاں شخصیات ہیں، جن میں مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، جناب مولانا ظریف احمد صاحب ندوی قطر، مولانا مرتضی حسین صاحب دارالعلوم دیوبند، مولانا جمشید احمد صاحب ومولانا صغیر احمد صاحب قاسمی اساتذہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ وغیرہم قابل ذکر ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے مخفی لوگوں میں سے ایک تھے، پوری زندگی قوم وملت میں صرف کی، غرباء ومساکین کی نصرت شیوۂ زندگی رہا، گویا کہ آپ بزرگوں کی ایک نشانی تھے، اس دنیا میں کچھ شخصیات ایسی وجود پزیر ہوتی ہیں جو اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے بھولائی نہیں جاسکتی، ان کے نقوش وکارنامے، ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں، آپ کے نمایاں نقوش آپ کی اولاد واحفاد میں ہیں، الحمدللہ جو خلق خدا کی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہیں، آپ کے ایک فرزند رشید حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی ہیں، جو بذات خود ایک اچھے مدبر ومنتظم، عالم باعمل، اچھے قلم کار اور عمدہ مقرر ہیں، ہند وبیرون ہند میں ان کا فیض جاری وساری ہے، جن سے اللہ تعالی بڑا کام لے رہا ہے، اور جن کا شمار اتقیاء میں ہو رہا ہے۔

دوسرے بڑے فرزند ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی ہیں، جو ایک اچھے طبیب ہیں، جو علاج ومعالجہ کے ساتھ مرکز کے منتظم بھی ہیں، اسی طرح آپ کے پوتے ونواسے بھی دین کی لائن میں لگے ہوئے ہیں، امید ہے کہ ابناء واحفاد کے نیک اعمال اور دینی کارناموں سے حضرت مرحوم کے درجات بلند ہوں گے اور آپ کی روح کو راحت وسکون حاصل ہوگا۔

اللہ تعالی آپ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے، غریق رحمت فرمائے، آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل نصیب فرمائے اور ان کو خدمت دین کے لئے قبول فرمائے، آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تأثرات

وہ مر کے بھی بولے جا رہے ہیں

حضرت مولانا کبیر الدین فاران مظاہری ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا، ہماچل

دنیائے فانی نے اپنی کوکھ سے ان گنت سپوتوں کو جنم دیا اور یہ حقیقت ہے کہ کسی کے ساتھ اس نے وفا نہ کی، ایک نہ ایک دن کڑوے گھونٹ اپنے پروردہ کو پلا کے ہی دم لیتی ہے۔

کچھ لوگوں کو دنیا نے موت کے ساتھ ہی فراموش کر دیا اور بہت سوں کو فنا کے بعد حیات جاودانی بخشی، کچھ اس وجہ سے بھی کہ ان کے کارنامے عظیم تھے، اور بہت سے لوگوں نے اپنی رحلت سے قبل ہی اپنی زندگی میں ایسے ان مٹ کارنامے انجام دئے جو انہیں امر کر گئے، انہیں صفات کے مالک تھے قابل قدر جناب حافظ و منشی عبدالستار صاحب عزیزی، جنہوں نے ضلع سہارنپور کی مردم خیز بستی ''مظفری'' میں آنکھیں کھولی تھیں، وہ ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے، جن کی تعلیم و تربیت مختلف دینی ہستیوں کے زیر نگرانی رہی، دینی اور عصری علوم سے آپ مستفیض ہوئے، موصوف نے اپنی علمی پیاس متعدد درسگاہوں سے بجھائی جن میں قابل قدر اساتذہ میں نمونہ اسلاف حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری دامت برکاتہم مجاز بیعت وارشاد بھی ہیں۔

مرحوم ایک حساس طبیعت کے مالک تھے اور سنن نبوی کے خلاف کسی بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، اکثر اہل قرابت سے تعلق رکھنے اور ان کے یہاں آمد و رفت کے سلسلہ میں اپنی اولاد کو ہدایت اور خوشی وغم کے موقع پر شرکت کی تاکید کرتے، اللہ نے آپ کو حافظ وحامل قرآن بنایا تھا، جس کی پرتو سے آپ کی زندگی تابناک تھی، ذکر وفکر اور آداب شریعت کا ہر لحہ لحاظ رکھتے، آپ کے معاملات بڑے صاف ستھرے تھے، اصول وضوابط کے بے انتہا پابند تھے، حق گوئی اور حق کوشی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی، جب معاملہ حق گوئی کا آتا پھر کسی کو رورعایت نہ کرتے، یہاں تک کہ اپنی اولاد کو بھی تنبیہ کرتے۔

وہ مخلص ملنسار وجیہہ وباوقار اور بارعب انسان تھے، تعصب وتنگ نظری سے ان کی زندگی دور تھی، وہ اتحاد امت کے علمبردار تھے، حق کا اقرار واعتراف ان کا مزاج تھا، کئی بار مجھے ان کے دولت خانے پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، ان کی مہمان نوازی، اکرام واحترام کا دل ربا انداز تھا، وہ دو بار بندہ کی مزاج پرسی کے لئے مدرسہ قادریہ مسروالا بھی تشریف لائے اور وہ خالی ہاتھ نہ ہوتے تھے، داد ودہش بھی ان کا معمول تھا۔

موصوف کو غزل سرائی کا بھی بہت شوق تھا، علاقہ کے ایک مخلص ہمدرد قوم وملت اور مدرسہ کے ذمہ دار کو ناقدری اور بے مروتی کا سامنا کرنا پڑا، ان کی خدمات کا اعتراف آپ نے درد دل کے ساتھ اس طرح کیا: ؎

گھر کی رونق آ کے بازاروں میں رسوا ہو گئی
پھول کی زینت تو وابستہ تھی گلدانوں کے ساتھ
اس چمن میں آج اپنی قدر و قیمت کچھ نہیں
خون سے سینچا تھا ہم نے جس کو ارمانوں کیساتھ

میں ان کا ممنون ومشکور ہوں کہ میرے آزمائش وابتلا کے دنوں میں وہ میرے لئے آنسوؤں کی سوغات دربار خداوندی میں پیش کرتے، میری برأت اور پرمسرت زندگی کے لئے اللہ سے دعاء گو رہتے تھے، اور ہمیشہ میری خبرگیری فرماتے رہتے، اللہ کے اور مخلص بندوں کی طرح ان کی دعا نے بھی سہارا لگایا اور اللہ نے بہت جلد

باعزت برأت نصیب فرمائی۔

وہ میرا ذکر اپنوں اور ہم عصروں میں بڑی شفقت ومحبت سے کرتے، اکثر اپنی مجلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ گنے چنے لوگوں میں کبیرالدین فاران کا نام بھی آتا ہے، جو دوسروں کی خدمات کا برملا اعتراف اور تشہیر وتعارف کا اہتمام کرتے ہیں۔

دنیا سے لاتعلقی اور درویشانہ شعار ان کی طرز معیشت میں نمایاں نظر آتا، ان کے چہرے پر فکر آخرت جھلکتی تھی، اسی تلاش وجستجو میں جاں جاں آفریں کے حوالے کرگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آج انہوں نے اگرچہ ہم سے لمبی خاموشی برت لی ہے، لیکن ان کی محبت کے دئے ہمارے دلوں میں روشن ہیں، اور یادوں کے مجسمے سدا بولتے رہیں گے۔

اللہ تعالی ان کے اہل خانہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے، اوران کی اولاد کو بطور خاص ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، جن میں ایک صدق وصفا کا مجسم مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی شکل میں وہ چھوڑ گئے ہیں، ان کی قبر کی روشنی کے لئے اللہ ان کو تادیر آباد وشاد رکھے: ؎

بہت سے ہیں کہ مرکے کھو چکے ہیں
وہ مرکے بھی بولے جارہے ہیں

حضرت الحاج حافظ عبدالستار عزیزی نوراللہ مرقدہ کے اوصاف وکمالات سے متعلق ''نقوش اسلام'' کی خصوصی اشاعت کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔

مفتی ظہورالدین قاسمی

مہتمم مدرسہ قاسم العلوم، سرائے روہیلہ، دہلی

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱-مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲-بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳-جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴-ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵-رہنمائے سلوک وطریقت
۶-مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
۷-الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا
۸-التدخین بین الشرع والطب
۹-حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپئے
۱۰-سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ
۱۱-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ
۱۲-تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۳-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۴-تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
۱۵-چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید
۱۶-مقالات ومشاہدات
۱۷-مکتوبات اکابر
۱۸-چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول
۱۹-افکار دل (۳۰/تقریروں کا مجموعہ)
۲۰-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۱-مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ
۲۲-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۳-میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات)
۲۴-قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت
۲۵-لڑکیوں کی اصلاح وتربیت
۲۶-تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری
۲۷-نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا
۲۸-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۹-تصوف اور اکابر دیوبند
۳۰-امامت کے احکام ومسائل
۳۱-فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات
۳۲-اللہ ورسول کی محبت
۳۳-ماں باپ اور اولاد کے حقوق
۳۴-عقائد اور ارکان اسلام
۳۵-سیرۃ النبی الأکرم
۳۶-میرے شیخ ومرشد مفکر اسلام
۳۸-القادیانیۃ ثورۃ علی النبوۃ المحمدیۃ
۳۹- Rules of Raising Funds
۴۰- Beliefs and Pillars of Islam
۴۱- The Laws Pertaining to Imamat
۴۲- The Rights of Perents and children
۴۳- Guidelines for Sulook and Tareeqat
۴۴- Life Sketch of Hadhrat Thanwi
۴۵- A Biogrophy of the Noblest Nabi

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

Mob: 09719831058 - 09719639955

خصائل

استاد محترم حضرت حافظ عبدالستار عزیزی کی وفات

مولانا جمشید علی قاسمی خادم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

نہایت ہی خوشی ہوئی یہ بات سن کر کہ آپ استاد محترم جناب ماسٹر عبدالستار صاحب مرحوم کی حیات وخدمات سے متعلق رسالہ ''نقوش اسلام'' کا خصوصی شمارہ شائع فرمارہے ہیں، آپ نے فدوی کو بھی حکم فرمایا ہے کہ استاذ محترم کے تعلق سے کچھ تأثرات تحریر کرو، حقیقت یہ ہے کہ فدوی میں اتنی اہلیت ولیاقت نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی مضمون مرتب کرے، کیونکہ مضمون نگاری ایک مستقل فن ہے، جس کا ہر شخص اہل نہیں، مگر تعمیل حکم کرتے ہوئے چندسطروں میں کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ذریعہ تأثرات قلبی پیش خدمت ہیں، استاد محترم سے فدوی کا تعلیمی رشتہ یہ ہے کہ فدوی نے ۱۳۸۸-۱۳۸۹ہجری میں مسلسل دوسال استاذ محترم کی خدمت میں رہ کر شرف تلمذ حاصل کیا ہے، اس دوران آپ کی تعلیمی، تنظیمی، تربیتی سرگرمیاں خوب قریب سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، اگر یہ کہا جائے تو غلو نہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے استاد محترم کو جن خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتی ہیں، آپ ایک کامیاب، تجربہ کار، ہوشیار، ماہر استاد اور نہایت مشفق ومربی معلم تھے، چستی پھرتی آپ کے رگ وریشہ میں پیوست تھی، سستی، کاہلی آپ کے قریب بھی نہیں آتی تھی، ہندی، انگلش کے علاوہ اردو تحریر آپ کی بہت صاف، ستھری تھی، ڈیوٹی کی پابندی تو آپکی فطرت اور عادت بن چکی تھی، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس مدرس وملازم میں تین باتیں ہوں گی، اس کا کوئی بھی بال بینکا نہ کرسکے گا: (۱) ڈیوٹی کی پابندی (۲) زبان کا سچا (۳) ناڑے کا پکا۔

جامعہ اسلامیہ میں آپ کی درسی وغیر درسی خدمات یہ ہیں: آپ درجات فوقانیہ سوم، چہارم، پنجم کے تمام طلبہ کو حساب، جغرافیہ، ہندی، انگلش وغیرہ تمام مضامین تن تنہا پڑھایا کرتے تھے، طلبہ کی تعلیمی صلاحیت کی فکر کے ساتھ ساتھ انکی اخلاقی اور ذہنی وجسمانی تربیت پر بھی خصوصی توجہ رہتی تھی، عصر کی نماز کے بعد جسمانی ورزش کے لئے طلبہ کو پٹی اور دماغی وذہنی ورزش کے لئے بیت بازی کراتے تھے۔

آپ کی مسلسل کوشش وجدوجہد سے مرغی فارم وکرشی (کھیتی باڑی) کی سرکاری یوجنا مظفرآباد بلاک سے مدرسہ میں آئی، آپ کی مہارت ونظم وضبط کی درستگی کی بنیاد پر ہی ان دونوں کاموں کا منتظم بھی آپ کو ہی بنایا گیا، جس کو بحسن وخوبی آپ نے انجام دیا، از خود کام کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں سے کام لینے کا ملکہ بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا، یہی وجہ تھی کہ خارجی اوقات میں اپنے متعلقہ درجات کے طلبہ ہی سے مرغی فارم اور کھیتی کے تمام کام کرالیا کرتے تھے، فوقانیہ درجات کے تمام طلبہ پر آپ کی گرفت بڑی مضبوط تھی، تمام طلبہ ہنسی، خوشی تمام کام کرادیا کرتے تھے، کبھی کسی کو کوئی شکوہ، شکایت نہیں ہوتی تھی، آپ ان کاموں کے علاوہ دیگر بہت سے انتظامی امور میں اس وقت کے مہتمم جناب حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

استاد محترم کا ایک وصف خاص جو آج بھی فدوی کے حافظہ میں محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ آپ جب بھی بات کرتے تو چہرہ پر ایک قسم کی مسکراہٹ ہوتی تھی، جو کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تابعداری کا اثر تھا، کہ جب اپنے بھائی سے ملو تو خوش طبعی کے ساتھ ملو۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

محسن وغمخوار

شرافت ونجابت کا مجسمہ

مولانا صغیر احمد صاحب قاسمی استاد جامعہ اسلامیہ ریڑھی، تاجپورہ

موت ایک یقینی اور اٹل حقیقت ہے، دنیا میں کسی کو موت سے نہ انکار ہے، نہ رستگاری، آئے دن یہ حادثات فاجعہ پیش آتے رہتے ہیں؛ لیکن ان حادثات کی کڑی میں بعض ایسے حادثے واقع ہوجاتے ہیں جو دل پر گہرا اثر کرتے ہیں، کسی فرد وخاندان نہیں بلکہ پوری پوری قوم وملت کے لئے یہ خسارہ اور دکھ درد کا باعث ہوتے ہیں۔

فی الحال میرے دل پر بھی کچھ ایسا ہی روح فرسا واقعہ پیش آیا ہے کہ میرے مشفق ومربی اور محسن وغمخوار استاد حضرت اقدس الحاج منشی عبدالستار صاحب عزیزی رحمتہ اللہ علیہ دار عقبیٰ کی طرف رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

استاد مرحوم کی زندگی کے بہت سے ایسے پہلو ہیں، جنہیں یقیناً قدرت نے آپ کی فطرت سلیمہ میں ودیعت فرمایا تھا، آپ کی زندگی امانت ودیانت، اخلاق وکردار، شرافت ومروت اور نجابت وسعادت کا مجسمہ تھی، رہن سہن، رفتار وگفتار، وضع قطع حد درجہ شریفانہ تھی، جذب وسوز، اخلاص وایقان اور تعلق مع اللہ کی کیفیت سے بھی سرشار تھے، اس ناچیز کو بھی مخدوم ومرحوم کے زیر سایہ عطوفت وشفقت، تعلیمی وتربیتی مراحل طے کرنے کی سعادت حاصل رہی ہے، حضرت کی طبیعت انتہائی سادہ مگر باسلیقہ تھی، طلبا کرام کی تربیت، علمی چستی اور حسن اسلوبی وکارکردگی کی طرف خاص توجہ مرکوز رکھتے تھے، چنانچہ وقت کے عصری علوم وفنون کے شناور اور ماہرین حضرات بھی آپ کی محنت وکاوش اور آپ کے طلباء کی خوش خطی وخوش اسلوبی کے معترف تھے۔

مرحوم ومغفور کا تعلق مادر علمی جامعہ اسلامیہ ریڑھی کے ساتھ عشق کے درجہ میں تھا، جس کی صدہا مثالیں ہیں، مثلاً جامعہ کے مطبخ کے لئے سبزیوں اور ترکاریوں کی کاشت کاری کا اہتمام موجودہ دارالقرآن کی زمین میں بہ خوبی انجام دیتے تھے، اور بعض دفعہ مرغی فارم کا بھی انتظام بڑے ذوق وشوق اور دلجمعی کے ساتھ فرماتے تھے۔

ہمیں یقین ہے کہ رب العالمین کی رحمت کا شامیانہ ضرور استاد محترم کی قبر پر سایہ فگن رہے گا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ”روضہ من ریاض الجنۃ“ بنائے اور قیامت میں ان کا حشر صالحین وعارفین کے زمرہ میں فرمائے: ؎

ایں دعا از من واز جملہ جہاں

جملہ پسماندگان بالخصوص صاحبزادگان اور بیٹیوں کو صبر جمیل مع اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لیکر

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

❁❁❁

حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کے متعلق ماہنامہ ”نقوش اسلام“ کی خصوصی اشاعت کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔

❁❁❁

حضرت مولانا ظریف احمد ندوی

بانی ورئیس معہد الرشید الاسلامی، جگادھری، ہریانہ

اخیارقوم

آہ! نمونہ اخیار
حضرت الحاج منشی عبدالستار صاحب عزیزیؒ

مولانا محمد اطہر صاحب ناظم تعلیمات مدرسہ انوارالقرآن،نعمت پور

مجھے جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے مشفق ومربی الحاج منشی عبدالستار صاحب عزیزیؒ اس دار فانی سے دار بقاء کی جانب رخصت ہوگئے ، میں اس وقت میوات کے سفر پر تھا،اور بارش کا سلسلہ جاری تھا، انوارالقرآن نعمت پور کے بعض مدرسین نے فون سے اطلاع کی،تو بندہ پر رنج والم کی گھٹا چھاگئی،اور سکتہ کا عالم ہوگیا۔

مزید صدمہ یہ کہ سفراور بارش کی بناپر نہ زیارت کرسکتا اور نہ جنازہ میں شرکت کرسکتا،البتہ دعاء خیراور ایصال ثواب شروع کردیا،اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

بچپن اور طالب علمی کے زمانہ میں میری والدہ مرحومہ کے بتلانے پر صرف اتنا جانتا تھا کہ منشی جی آپ کے رشتہ دار بہنوئی ہیں، چونکہ ان کی اہلیہ محترمہ آپ کی خالہ زاد بہن ہے، اور جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں پڑھاتے ہیں،اس لئے ایک گونہ تعلق ومحبت جانبین میں اسی وقت ہوچکی تھی ، بندہ جب جامعہ مظاہر علوم سے فارغ ہوکر’’ مدرسہ انوارالقرآن نعمت پور‘‘ میں مدرس ہوا تو حضرت منشی جی مدرسہ کے پوسٹ آفس میں پوسٹ ماسٹر کے منصب پر پہلے سے فائز ہوچکے تھے۔

چنانچہ ۳۵؍سال کے عرصہ تک بندہ کو قرب حاصل رہا،اس حقیر سے عقیدت کے ساتھ نہایت پیار ومحبت فرماتے، خوش اخلاق، اوصاف حمیدہ کے حامل اور اسلاف واخیار کے نمونہ تھے، احقر سے ڈاکخانہ یا کمرہ میں اکثر ملاقات ہوتی رہتی، تو بڑے پیار سے اپنے تجربات کی باتیں بتلاتے اورنقصان دہ امور سے متنبہ فرماتے، اگر ڈاکخانہ میں کوئی افسر وغیرہ کوئی دینی اسلامی معلومات کرنا چاہتا تو حقیر کو بلاکر لیجاتے اور کہتے کہ یہ ہمارے بڑے عالم ہیں، آپ جو سوال فرمائیں گے،اس کا معقول جواب دیں گے۔

پوسٹ آفس سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد بھی وقتاً فوقتاً تشریف لاکر ہنسی مذاق کی باتیں کہہ کردل بہلاتے۔

مدرسہ میں یا مظفرآباد وغیرہ میں کہیں ملاقات ہوجاتی تو بڑی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے دولت کدہ پر حاضری کی تاکید فرماتے، مختصراً یہ کہ جناب منشی جی مرحوم کے بندۂ ضعیف پر بہت احسانات ہیں، بس اللہ تعالی ہی بدلہ عنایت فرمائے ، یہ حقیر صرف دعائے خیر اور ایصال ثواب ہی کرسکتا ہے۔

حضرت منشی جی مرحوم نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے، اخلاق کریمانہ کے پیکر، اسلاف کے نقش قدم پر پوری زندگی گزاری: ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اور

بشر کو ہر دم ، خیالِ قضا رہے
ہم تو کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خدا رہے

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ مرحوم کی جملہ تقصیرات کو معاف فرماکر اپنے جوار رحمت اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

یادِ رفتگاں

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

اس حقیقت سے سبھی لوگ اچھی طرح واقف اور آشنا ہیں کہ ہر شخص کو موت آنی ہے، چاہے امیر ہو یا غریب، شاہ ہو یا گدا، گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، ایسے ہی فضا میں اڑنے والے چرند و پرند ہوں یا زمین پر چلنے والے جاندار، بالآخر سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے؛ کیونکہ قضاوقدر کا یہی فیصلہ ہے، ارشاد ربانی ہے: ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' کہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور سب کو موت آنی ہے؛ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی موت کے بارے میں سن کر دل دہل جاتا ہے، کلیجہ منھ کو آجاتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انہی میں سے راقم کے مشفق و مہربان، مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے سرپرست، خازن اور سکریٹری جناب الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزی مرحوم و مغفور بھی تھے کہ جن کی وفات کی خبر قیامت صغریٰ بن کر راقم کو تڑپا گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بندہ اُس وقت اپنے وطن تھا، مدرسہ آنے کی تیاری میں لگا ہوا تھا، ٹکٹ تمام کوششوں کے باوجود بھی نہیں مل رہا تھا، ابھی اسی کشمکش میں تھا کہ معمول کے مطابق دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ کرنے جارہا تھا، بستر پر لیٹا ہی تھا کہ اتنے میں مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے رئیس حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مدظلہ العالی کا فون آیا کہ 'ابا نہیں رہے' دل یکلخت ماننے کو تیار نہیں ہوا، فوراً مرکز کے ایک استاذ سے فون پر رابطہ کیا اور صورت حال دریافت کی، خبر کی تصدیق ہوئی؛ لیکن یہ خبر راقم کے لئے سوہانِ روح بن گئی، گھر پر ایک منٹ کیلئے رہنے کو دل گوارہ نہیں کررہا تھا، دل یہ چاہ رہا تھا کہ کب اور کتنی جلدی مرکز پہنچ جاؤں، اگلے ہی دن اللہ کے فضل وکرم سے تتکال میں ٹکٹ مل گیا، گھر سے اسی دن مرکز کے لئے روانہ ہو گیا اور الحمد للہ بخیر وعافیت دوسرے دن مرکز پہنچ گیا۔

گھر سے آنے کے بعد جیسے ہی مرکز پہنچا، ایک جھٹکا سا لگا اور تھوڑی دیر مرکز کے گیٹ پر کھڑا رہا، ادھر ادھر نظر ڈالی، کوئی پرسان حال نہ تھا، کوئی غمخوار اور غمگسار نہ تھا، ایک لمبی سانس اور آہ بھری، پھر اندر داخل ہوا، دیکھتا کیا ہوں کہ مرکز اپنی تمام تر رعنائیوں اور خوبصورتیوں کے باوجود پژمردہ اور مرجھایا ہوا نظر آرہا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ مرکز کی اہم چیز گم ہو گئی ہے، مرکز کی در و دیواریں اس قدر سوگوار تھیں کہ باہر سے آنیوالا ہر شخص یہی کہتا کہ مرکز بجھا بجھا اور سونا سونا سا لگ رہا ہے، مرکز کے تمام اساتذہ اور ملازمین کے پیشانیوں پر فکر وغم کی ایسی لکیریں نمایاں تھیں جن کو دیکھ کر راقم یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ:

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی

حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ کا تعلق اس ناکارہ سے بہت گہرا تھا، بلکہ یہ کہہ دینا کوئی غلط نہ ہوگا کہ راقم ان کو ایک مشفق اور مہربان باپ سمجھتا تھا اور موصوف مرحوم بھی راقم پر اپنی اولاد سے بڑھ کر محبت اور شفقت فرماتے تھے، گھر کے تمام مسائل کو راقم کے سامنے رکھتے اور اپنے دل کی ساری باتیں بھی راقم سے عرض کرتے، چونکہ ان سے راقم کا جو تعلق تھا وہ غیر معمولی تھا، ان کی محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ غالباً جولائی ۲۰۱۰ء کی بات ہے، راقم کا اپنے مرکز کے رئیس حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کے ہمراہ ایک دعوت میں قصبہ لاوڑ ضلع میرٹھ جانا ہوا، ساتھ میں حافظ صاحب بھی تھے، دیوبند سے مولانا راشد اللہ بجنوری مہتمم ''مدرسہ تعلیم القرآن'' محلّہ

خانقاہ دیوبند بھی ساتھ ہوگئے، باتوں باتوں میں مولانا راشد اللہ بجنوری نے حافظ صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ: ''آپ کو مولانا حمید اللہ قاسمی جیسا قابل اور فعال آدمی مل گیا ہے'' تو فوراً حافظ صاحب نے ان سے کہا: ''مولانا! ابھی تک تو میرے دو ہی بیٹے تھے؛ لیکن اب میرا تیسرا بیٹا حمید اللہ بھی ہے''۔

راقم کے یا مرکز کے اوپر جو بھی حالات آتے تھے، ان کے حل میں پیش پیش رہتے، بعض مرتبہ بعض امور کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے کہ: ''تم تو مفتی صاحب کے منہ بولے ہو'' حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ اصول کے بہت پابند تھے، اس معاملے میں کسی کی کوئی رعایت نہیں کرتے تھے، ہر کام ضابطے کے تحت کرتے تھے، جو بات ان کی زبان سے نکل جاتی تھی، اس پر کاربند رہتے تھے، راقم اگر کسی معاملہ میں الجھتا تو صاف کہہ دیتے کہ: ''حساب پائی پائی کا اور بخشش لاکھوں کی'' اس میں وہ کسی کو نہیں بخشتے تھے، حتی کہ اپنے بیٹوں کو بھی اس پر ٹوک دیتے تھے، اور اس پر سختی سے جمے رہتے، ان کے اندر حق گوئی اور بیباکی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مجلس میں ہوں، یا محفل میں، ان کو جو بات کہنی ہوتی وہ بلا جھجک کہہ دیتے تھے، اس سلسلے میں کسی کی ملامت کا خوف بھی نہ کرتے، ان ہی جیسے لوگوں کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حق گوئی اور بیباکی کے تعلق سے آپ نے قرابت داری اور تعلق داری کو بھی رکاوٹ بننے نہیں دیا، جبکہ ان کے یہاں رشتے ناتوں کا خیال جان سے بھی زیادہ عزیز تھا، چونکہ راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ وہ آخری وقت تک اپنی بہنوں، بیٹیوں اور دیگر اہل تعلق کا خاص خیال رکھتے تھے، وقتاً فوقتاً ان کے یہاں جانے کا عام معمول تھا، لیکن اگر کوئی بات ان سے کہنی ہوتی تو فوراً کہہ دیتے، لاگ لپیٹ کی باتیں ان کے یہاں معیوب سمجھی جاتی تھیں، مزید یہ بھی کہتے ہوئے ان کو سنا ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے دس جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، حافظ صاحب اپنے گھرانے میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے، ہر خرد و کلاں ان کی عزت کرتا اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا، چونکہ آپ کے حسن اخلاق، حسن کردار اور حسن معاملات کا شہرہ زبان زد عام تھا، انہوں نے اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ بہت سوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا، حافظ صاحب دینی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ تھے، اگر ایک جانب وہ حافظ قرآن تھے تو دوسری جانب جونیئر ہائی اسکول تک کی تعلیم حاصل کرکے، طریقہ تعلیم کے سلسلہ میں ڈگری لئے ہوئے تھے، نیز ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کا امتحان دیکر اعلی نمبرات سے کامیابی حاصل کئے ہوئے تھے، چنانچہ ۱۳/اگست ۱۹۵۷ء میں ڈسٹک بورڈ کے پرائمری اسکول (انور پور، برولی) میں ماسٹری کے عہدے پر فائز ہوگئے تھے، وہاں سے ٹرانسفر ہونے کے بعد کئی سال بھوگپور کے پرائمری اسکول میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد ۲۳/دسمبر ۱۹۶۹ء میں پوسٹ آفس میں ملازمت کی اور ۳۴/سال تک برانچ پوسٹ ماسٹر کے عہدے پر فائز رہے، ان کی تعلیمی لیاقت کا شہرہ عام تھا، یہی وجہ تھی کہ جب علاقہ کے مشہور ادارہ ''جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ'' میں ایک کامیاب مدرس ریاضی کی ضرورت پڑی، تو اس وقت کے مہتمم جناب حضرت مولانا محمد عمر صاحب قاسمی مجاہد پوری کی نظر انتخاب آنجناب پر پڑی، چنانچہ حافظ صاحب نے ان کے کہنے سے ''جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ'' میں بھی پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیں، آج بھی ان کے اخلاق کریمانہ اور خدمات جلیلہ سے ایک بڑا حلقہ واقف ہے۔

حافظ صاحب شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے، اگر ایک جگہ کچھ لوگ جمع ہوجاتے تو فوراً ان کی زبان سے شعر نکلنے شروع ہوجاتے تھے، حتی کہ اگر مرکز میں کوئی مہمان بھی آتا تو ان کو بھی اپنے اشعار سے خوش کردیتے، راقم بھی ان کے ساتھ کبھی بیت بازی کرنے لگتا تھا اور تھوڑی دیر کے لئے محفل جم جاتی تھی، تمام اساتذہ بھی دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کو داد بھی دیتے، راقم کو چونکہ علامہ اقبال کے اشعار سے

تھوڑی سی انسیت ہے، اس لئے وہ راقم سے عام طور سے اشعار ہی میں بات شروع کرتے، اور کہتے کہ اس کا جواب دو؟ راقم کے ذہن میں فوری طور پر اگر کوئی شعر نہیں آتا تو معذرت کر دیتا یا پھر اپنی طرف سے کوئی شعر بنا کر ان کے سامنے پیش کر دیتا، یہ کہنا کوئی غلط نہ ہوگا کہ اگر حافظ صاحب کو ماحول سازگار ملتا، اور گھریلو مصروفیات سے بے فکر ہوتے اور شعراء کی مجلسوں میں شرکت کرتے تو ایک بڑے شاعروں کی صف میں ان کا شمار ہوتا، چونکہ انہیں اشعار سے بہت دلچسپی تھی، یہی وجہ تھی کہ محفلوں میں بلا جھجک اشعار پڑھنا شروع کر دیتے تھے، اور رات میں بھی سوتے وقت اپنے بستر پر شعر گنگناتے، رات کے وقت اگر کسی شعر کا پہلا یا دوسرا مصرعہ ان کو یاد نہیں آتا تو فوراً راقم کے پاس فون کر کے پوچھتے کہ فلاں شعر اگر تمہیں یاد ہو تو اس کا دوسرا مصرعہ بتلاؤ کیا ہے؟، اس وقت اگر راقم انہیں کوئی جواب نہ دیتا تو صبح آتے ہی فوراً یہی بات کہتے کہ میں نے تم سے فلاں شعر کے بارے میں پوچھا تھا، ابھی تک تم نے کچھ نہیں بتایا، راقم ان کی بات کو سن کر سنی ان سنی کر دیتا اور کہتا کہ بھوک لگی ہے، جلدی سے بازار سے کچھ منگالو، ابھی تک میں نے ناشتہ نہیں کیا ہے، پھر ڈانٹتے ہوئے یہ شعر پڑھتے: ؎

تو اِدھر اُدھر کی بات نہ کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا؟

مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

بہر حال حافظ صاحب میرے بہت خیر خواہ تھے، مرکز میں اگر کسی دن مجھے نہ دیکھتے تو اپنے آفس میں بیٹھ جاتے، اور فون کرتے کہ آج کہاں کا سفر ہو رہا ہے، حافظ صاحب یوں تو اکثر شعراء کے کلام کو گنگناتے؛ لیکن علامہ انور صابری کے وہ بہت مداح تھے، چونکہ ان کو قریب سے دیکھنے کا ان کو موقع ملا تھا، اس لئے اشعار سناتے ہوئے علامہ انور صابریؒ کا کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھتے، حافظ صاحب کے چندوہ اشعار جن کو عام طور سے پڑھا کرتے تھے، ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں: ؎

تمنا ہے میرے دل کی یہاں سے نہ تم سرکو

اگر سرکو تو یوں سرکو، قلم کر دو میرے سر کو

اس رمز کو کوئی کیا جانے کیا چیز محبت ہوتی ہے

میں یاد میں تیری روتا ہوں جب دنیا ساری سوتی ہے

روداد محبت کیا کہئے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

دو دن کی مسرت کیا کہئے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

تیرے عشق کی کرامت یہ نہیں تو اور کیا ہے

کبھی بے ادب نہ گزرا میرے پاس سے زمانہ

یہ تھی حافظ صاحب کی وہ باتیں اور یادیں جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں، حافظ صاحب اپنے خاندان میں بہت نمایاں تھے، بلکہ یوں کہئے کہ پورے خاندان کے سرپرست تھے، خاندان میں کوئی کام ان کی اجازت اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتا تھا، یہی نہیں بلکہ خاندان کی لوگ آپ کی بڑی قدر کرتے تھے، اب ان کے چلے جانے کے بعد خاندان والوں کو ان کی کمی کا شدت سے احساس ہو رہا ہے، گویا ان کے عدم موجودگی میں پورا خاندان یہی کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گلشن عزیزی سے ایک قیمتی پھول ہم سے چھین لیا ہے: ؎

پھول جس وقت گلستاں سے جدا ہوتا ہے

تب پتہ چلتا ہے خوشبو کی وفاداری کا

بلاشبہ ان کی ذات گرامی جہاں پورے خاندان والوں کے لئے تقویت و برکت کا سبب تھی، وہیں ان کے وجود بابرکت سے مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تمام اساتذہ و ملازمین فیض پا رہے تھے، ان کے اخلاق واطوار اور ہنس مکھ زندگی کو دیکھ کر دنیا میں جینے کا سلیقہ اور زندگی گزارنے کا طریقہ معلوم ہوتا تھا، اپنے تو اپنے غیر بھی ان کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہتے تھے، یہاں تک کہ مرکز کا ہر طالب علم ان سے باتیں کرنے اور سلام کرنے میں سبقت کرتا، یہی وجہ ہے کہ آج ان کے چلے جانے سے مرکز کا پورا عملہ یہ کہنے پر مجبور ہے کہ: ؎

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

نیر تاباں

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

مولانا سید محمد ریاض ندوی کھجناوری استاد دارالعلوم صدیقیہ نلہیڑہ، روڑکی

عزیزی خاندان کے ایک روشن چراغ جناب الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کے گل ہو جانے کا غم ان سے نسبت وتعلق رکھنے والے ہر فرد کو ہے، جس کے نور ضوفگن سے پورا چمنستان عزیزی منور وتاباں تھا اور اپنی روشنی بکھیر رہا تھا، اس پھول سے پورا باغ معطر تھا، جس سے گھر واہل خاندان ہی نہیں؛ بلکہ پورا علاقہ روشنی وفیض پا رہا تھا، جن کی زندگی کے طویل تجربات کے سائے تلے ان کے احفاد واسباط اپنی زندگی کے تانے بانے بن رہے تھے، اور فائدہ اٹھا رہے تھے، جن کے مفید مشوروں سے پورا عزیزی خاندان ترقی کی راہ پر گامزن تھا، اور جن کی دعاؤں کے وسیلہ سے روز بروز ان کی زندگی کامیابی وکامرانی کی منزلوں کو چھو رہی تھی، انکے چلے جانے سے جہاں خانوادۂ عزیزی میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے، وہیں عزیزی نسبت کی ایک اہم دیوار بھی منہدم ہو گئی۔

آپ منفرد شناخت کے حامل، اصول کے بڑے پابند تھے، جو بات زبان سے نکل گئی، اس پر کاربند رہنا آپ کا وطیرہ تھا، اپنے اخلاق کریمانہ سے ہر کس وناکس کو گرویدہ بنانا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، خوش اسلوبی سے دشمنوں کو دوست بنانے کا ہنر آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا، آپ کے حسن اخلاق، حسن معاشرت اور حسن معاملات کا چرچہ زبان زد عام وخاص تھا، یقیناً آپ ''قولوا للناس حسنا'' پر عمل پیرا ہو کر یہ تمام صفات کے حامل بنے، اور ایسا کیوں نہ ہو جب انسان اس سچے کلام کا خوگر بن جاتا ہے، تو اس کی زندگی کا انداز ہی کچھ اور ہو جاتا ہے، اور حین حیات وہ کارنامے انجام دیتا ہے کہ بعد رحلت عام وخاص کی زبانوں پر اسی کے ترانے ہوتے ہیں، انکی یادوں سے وابستہ اور ان کے کارنامے دنیا کے سامنے پیش کرنے کیلئے مجلسیں اور محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔

آپ کی شخصیت ہمہ جہت اور لازوال خوبیوں کا حسین وجمیل پیکر تھی، ان کے اندر اللہ تعالی نے خوش اخلاقی کے ساتھ منکسر المزاجی، جرأت وشجاعت کے ساتھ حکمت وفراست، حوصلہ مندی کے ساتھ دور اندیشی ودور بینی، خاندانی شرافت ونجابت کے ساتھ کسر نفسی جیسی کتنی ہی صفات رکھی تھیں، نہ جانے کتنے اور کیسے حالات سے ان کو ٹکرانا پڑا لیکن حکمت کی فراوانی، محبت کی زبانی، کبھی لہجہ وغصہ کی شدت سے، اور کبھی خندہ پیشانی سے ان حالات سے نبرد آزما ہوئے اور اس کے لئے ایک حل نکالا، مرکز کی محبت ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرگئی تھی، اس کے ایک ایک کام میں وہ اپنی حاضری کو لازمی سمجھتے تھے، اور شب وروز یہی خیال دامن گیر رہتا تھا کہ کس طرح مرکز کو تعلیمی وتربیتی میدان میں نمایاں اور امتیازی مقام حاصل ہو، ان کی محفلوں میں اسی کے چرچے، تدریس کے طریقے، طلباء کی تربیت، اور ان کے اندر جوہر پیدا کرنے کی سعی رہتی تھی، کبھی کسی طالب علم کو بلا کر دریافت کرتے، آج کتنا سبق سنایا؟ کونسی سورۃ اور کونسا پارہ سنایا؟ اور پھر اس کو خود سنتے کیونکہ باری تعالی نے ان کو حفظ قرآن کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا، طلباء کی نفسیات کو دیکھ کر ان کی تربیت کرتے، ان کی تربیت کا انداز نرالا تھا، اس کی مثال ان کے شاگردوں میں دیکھنے کو ملتی ہے، وہ علاقہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں ایک لمبے عرصے تک ریاضی کے کامیاب مدرس رہے، اس عرصے میں جن باقسمت خوشہ چینوں نے ان سے اکتساب فیض کیا، وہ آج بڑے اداروں کے منصب اہتمام پر فائز ہیں، بعض شیخ الحدیث بھی ہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے شاگردان سے آج تک تعلق رکھتے تھے، جبکہ اس دور میں طلباء کا

اساتذہ سے تعلق صرف مدرسہ کی حد تک رہتا ہے، اور وہ بھی بعض کا، ورنہ فارغ ہوجانے کے بعد اگر استاذ راستہ میں مل جائے تو طلبہ راستے سے کنارہ ہوجاتے ہیں اور ایسے ہوجاتے ہیں جیسا کہ دیکھا ہی نہیں، تجاہل عارفانہ برتتے ہیں، لیکن ایسے حالات میں ان کے شاگردوں کا اتنا مضبوط تعلق یہ ضرور پتہ دیتا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا نسخہ ضرور تھا جس سے وہ طلباء کے دلوں کو موہ لیتے تھے اور اپنی جانب کھینچ لیتے تھے، اور اپنی محبت ان کے دلوں میں پیوست کر دیتے تھے، افراد سازی ان کا طرۂ امتیاز تھا، شاگردوں کی جماعت ان کی شفقتوں، عنایتوں کو بھول نہیں پائے گی، آپ نے ہر گام اور ہر موڑ پر طلباء کو یہ نصیحت کی:

تو اگر باخبر اپنی حقیقت سے ہو
تیری سپہ انس وجن، تو ہے امیر جنود

یہی وجہ ہے کہ ان کی آخری آرام گاہ سے قبل نماز جنازہ میں علماء وفضلاء کی ایک خاص تعداد تھی، اپنے وقت کے عظیم مردگان خدا، باتوفیق شخصیات ان کے آخری دیدار کے لئے اور نمناک آنکھوں سے ان کے لئے دعائے مغفرت کے زمزمے بلند کر رہی تھی۔

یقیناً ان کے جنازہ میں راقم کو اس چیز کا احساس شدت سے دامن گیر ہوا کہ ایک ریاضی کے ماسٹر اور جنازہ میں کاندھا دینے والے شیخ الحدیث، علماء وفضلاء، لیکن اس وقت کا رونا اور موجودہ دور کا بڑا المیہ یہی ہے کہ جب ایسے صاحب کمال انسان دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں، تب ان کی منقبت میں مضامین قلمبند کئے جاتے ہیں، لیکن ان کی زندگی میں ان سے کچھ حاصل نہیں کیا جاتا۔

الحمدللہ راقم نے ان سے بہت کچھ سیکھا، بلکہ انہوں نے بعض مرتبہ ہاتھ پکڑ کر بعض امور کی جانب توجہ دلائی، تدریس کے شعبہ میں بھی نہایت اہم اور کارآمد سنہرے اصول بتلائے، وہ میرے استاذ محترم کے والد تو تھے ہی، لیکن میرے بھی مربی تھے، بڑے مشفق ومہربان تھے، ہنستا کھلتا ہوا چہرا دیکھ کر غموں میں ڈوبا اور حالات سے ٹوٹا ہوا انسان بھی مسرت محسوس کرتا، چار سال کا عرصہ میں نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں گذارا، پھر فراغت کے بعد تدریس کی غرض سے دو سال گذارے، شب وروز ان سے گفت وشنید، ان کے اوپر گذرے اور بیتے ہوئے احوال سن کر بڑے تجربات سامنے آئے، ان کی شاعرانہ پہیلیاں، کہاوتیں ہر ملنے والے کو اپنا بنا لیتی تھی، شعر کہنے کی بھی قدرت تھی، جب کبھی شعر سناتے تو محفل میں سماں باندھ دیتے، وہ اکثر حالات حاضرہ یا پیش آمدہ مسائل پر اشعار گوئی کرتے تھے، جس کسی کو حالات کی خبر رہتی، اس کو ان کے اشعار میں سکون ملتا تھا، اخیر میں تو ان کی کوئی محفل شعر وسخن سے خالی نہ رہتی تھی، وہ عشق ومستی میں ڈوب کر اور کبھی جذباتی کیفیات میں آکر شعر پڑھتے، یہ وقت ان کو دیکھنے کا ہوتا تھا، ان کے چہرہ کے خدو خال، ساخت وپرداخت پر بھی کافی اثر پڑتا تھا، جب کبھی اپنے ٹوٹے دل کی صدا سناتے تو اشکبار ہوجاتے، اپنی جوانی کے دور کے قصہ بڑی دلچسپی کیساتھ سناتے، جس سے ان کی شجاعت وجوانمردی، فیاضی و سخاوت، حق گوئی وبیباکی، ہمدردی وانسیت کا پتہ چلتا، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، صاف ستھرا کلام کرتے تھے، مخاطب کی طبیعت پر چاہے بھاری گذرے یا کڑوا گھونٹ سمجھ کر پی لے؛ لیکن وہ اپنی بات برملا کہنے کا حوصلہ اور جرأت رکھتے تھے، اظہار حق کا جذبہ انسان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دیتے تھے، کاموں میں استمرار ومداومت کی تخم ریزی بھی کرتے تھے، انتظام وانصرام کو بحسن وخوبی انجام دینے کا نمونہ پیش کیا، آپکے ذاتی کمالات امتیازو خصوصیات ایسی ہیں جن کو سامنے لانے کیلئے ایک دفتر درکار ہے، جس کو انشاءاللہ عنقریب قارئین اپنے ہاتھوں میں دیکھیں گے، چونکہ انہوں نے اپنی اولاد میں ہی ایک ایسا چمکتا دمکتا ستارہ تیار کیا ہے جس کی ضوفشانی برق رفتاری کے ساتھ عوام وخواص میں نظر آتی ہے اور جن کے اشہب قلم سے ہزاروں صفحات اسلامی کتب خانوں کی زینت بن چکے ہیں، جن سے امت اسلامیہ مستفیض ہورہی ہے، مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اس موضوع پر خاصہ مواد جمع کر لیا ہوگا، اللہ کرے جلد منظر عام پر جلوہ گر ہو، تاکہ ان کے شاگرد، منتسبین، عزیز و اقرباء کا ایک وسیع حلقہ ان کی مجاہدانہ زندگی سے سبق لے۔ ۞

حقیقت

آہ! بزرگ صفت انسان نہ رہا

مولانا محمد عزیز اللہ ندوی ناظم ادارۃ الصدیق بہٹ، سہارنپور

رب ذوالجلال کی شان بھی نرالی ہے، اس نے اپنی حکومت وبادشاہت میں کسی کو شریک وسہیم نہیں کیا، وہ جو کہتا ہے کرتا ہے، اس کے فیصلہ میں کوئی ردوبدل نہیں، اس کے اوصاف میں ایک صفت خلق پیدا کرنا، وجود بخشنا اور دوسری صفت ختم کرنا نیست ونابود کردینا ہے، خود گویا ہے: "کل شیء هالك الا وجهه" کسی کو اس میں چارہ جوئی کا حق حاصل نہیں، تمام انسانون کا بھی یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر شئے کو ختم ہونا ہے اور موت کا مزہ چکھنا ہے؛ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے حادثہ موت پر غم ورنج کے پہاڑ ٹوٹ جاتے ہیں اور پسماندگان کو انکی موت پر بڑا صدمہ، متعلقین کو نہ ختم ہونے والا احساس، احباب واقارب کو دلخراش افسوس ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایسے کام کرجاتے ہیں جس کی وجہ سے اخلاف کا یہ حال ہوجاتا ہے، انہی افراد میں حافظ عبدالستار عزیزی مرحوم تھے، اللہ تعالی نے حافظ صاحب کو بہت سے اوصاف سے متصف کیا تھا جن کو یاد کرکے محبین حضرات مغموم ومخزون ہیں۔

راقم روز مرہ کی طرح اپنے مشاغل میں مشغول تھا کہ برادر مکرم حضرت الحاج مولانا حبیب اللہ صاحب قاسمی شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور نے یہ جانکاہ خبر دی کہ آپ کے محترم دوست مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب کے والد مکرم اپنے مالک حقیقی سے جاملے، دم بخود رہ گیا، جسم وجاں پر سکتہ، دل ودماغ متاثر، لب پہ جاری رب کائنات کے یہ الفاظ، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا سانحہ ارتحال نہ جانے کس کس کو غمزدہ کرگیا، جس نے بھی سنا مغموم ہوا، جس کو بھی خبر ہوئی رنجیدہ ہوا:

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

آپ کے جانے سے گھر کی رونق ختم، مرکز احیاء الفکر الاسلامی اور مدرسۃ البنات کے پروانوں کی نغمہ سنجی بند، افراد خانہ، اقارب واحباب پر جوگزری ان کی ترجمانی ایک شاعر نے کیا خوب کی ہے:

دیکھو رخصتِ ساقی سے میخانے پہ کیا گزری
صراحی کا ہوا کیا حال پیمانے پہ کیا گزری
ذرا پوچھے کوئی اس گرد وغبار بے تحاشہ سے
کہ دیوانے کے گم ہونے سے ویرانے پہ کیا گزری

آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، مزاج میں نرمی، اخلاق میں پاکیزگی، کردار میں شگفتگی، ملنساری آپ کا شیوہ تھا، واردین سے خندہ پیشانی اور خاکساری سے ملاقات کرتے، مہمانوں کا بڑا اکرام کرتے، ان کی آمد پر خوشی کے ساتھ سکون واطمینان کا اظہار کرتے، ایک مرتبہ راقم کو مہمانوں کو ساتھ لانے پر بہت اصرار کیا اور حاضری پر کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ آپ آئیں گے نہیں؛ کیونکہ میرے بیٹے مسعود موجود نہیں ہیں، وہ آپ کے رفیق ہیں اور میں ان کا باپ ہوں، جتنا مجھے ان پر حق ہے، اس سے زیادہ آپ پر ہے، چونکہ آپ کو بھی میں اپنا بیٹا ہی مانتا ہوں، اسی وجہ سے ہمارے اہل خانہ بھی ان کے قدرداں ہوگئے تھے، اور مفتی صاحب کی عدم موجودگی کا احساس بالکل نہیں ہونے دیا، مہمان بھی بڑے متاثر ہوئے اور وہ بھی ان کے قدرداں ہوگئے تھے۔

آپ بزرگ صفت انسان تھے، بزرگوں سے ملنا آپ کا وطیرہ بلکہ آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا، عنفوان شباب سے ہی رائے پور، سہارنپور

اور لکھنؤ کے مشہور و معروف بزرگوں سے آپ کا گہرا تعلق تھا، ان کی خدمت میں جا کر بیٹھنا، ان کی مجالس سے استفادہ کرنا، انہیں اپنے گھر مدعو کرنا، گھر میں اچھے اچھے کھانے بنوا کر بزرگوں کو کھلانا، اپنی جیب خاص سے بزرگان دین اور پڑھنے والوں کا خیال رکھنا آپ کا خاصہ تھا، اور اپنے لئے اصلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے، گویا آپ نے اس کو حرز جاں بنایا تھا: ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء ❁ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تمام امور کی نگرانی آپ کرتے، صرف واخراجات، آمد و خرچ تحریری شکل میں بڑی دیانت و امانت کے ساتھ رکھتے تھے، مرکز کے سامان واشیاء کو خورد برد ہونے سے بچاتے، خریدتے وقت ایک ایک سامان کا بھاؤ تاؤ کرتے اور ہر سامان کو اس کے مقام پر رکھتے، ہر چیز کو رکھنے کا انتظام وانصرام اور بندوبست کرتے تھے، سفراء واساتذہ کی آمدات کی رسیدات خود چیک کرتے، رقم وصول کر کے محفوظ کر لیتے، تمام اساتذہ کے ساتھ ہر وقت رحم و کرم، نرم طبیعت، خندہ پیشانی سے پیش آتے، ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے، یہی وجہ تھی کہ سب لوگ ان کو اباجی کے نام سے پکارنے لگے تھے، انتقال سے قبل تمام کام مکمل کئے، چونکہ سال نو کا آغاز ہو چکا تھا، طلبہ وطالبات کے داخلے شروع ہو چکے تھے۔

آپ عصری تعلیم یافتہ تھے، لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اپنے فضل خاص سے ان کو دینی درسگاہ میں تدریس کا موقع دیا، آپ حساب وریاضی کے بڑے ماہر استاد تھے، ایک زمانہ تک علاقہ کے مشہور و معروف ادارہ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، اللہ نے آپ کو پڑھانے کا خصوصی ملکہ عطا کیا تھا، آپ کی لیاقت کا اندازہ آپ کے شاگردوں سے ہو سکتا ہے، مشہور و معروف شخصیات میں حضرت مولانا عاشق الٰہی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپور، مولانا جمشید احمد صاحب قاسمی نائب مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا صغیر احمد صاحب قاسمی استاد جامعہ اسلامیہ، مولانا ظریف احمد صاحب قاسمی ندوی دوحہ قطر اور مولانا عبدالوہاب صاحب جنوبی افریقہ، مولانا مرتضی حسین صاحب دارالعلوم دیوبند وغیرہم نے عصری تعلیم میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، آپ نے جامعہ میں رہتے ہوئے طلبہ کیلئے اسفار کی آسانی کیلئے ریلوئے کنسیشن فارم جاری کرایا، سمرسیول لگوایا اسی طرح آپ کے وہاں کئی نمایاں کام ہیں۔

طلبہ وطالبات کے لئے بڑے مشفق ونرم، ان کی آرام وراحت کے لئے فکرمند اور ان پر خصوصی مراعات اور اپنا مال خرچ کرنے والے تھے، آپ کی نمایاں صفتوں میں سلام میں سبقت کرنا تھا، چاہے مخاطب آپ سے چھوٹا ہو یا بڑا، بہر حال آپ کی خدمات اور قربانیاں ناقابل فراموش ہیں، راقم تو بس یہ کہہ سکتا ہے: ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب خلیفہ حضرت رائے پوریؒ ضعف وعلالت اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنے اذکار ووظائف اور مصروفیات کے مدنظر انتقال کی خبر پا کر حضرت مفتی مسعود عزیزی صاحب کی تعزیت کے لئے تشریف لائے اور احساس وافسوس اور غم واندوہ کی حالت میں تمام گھر والوں کو تعزیت پیش کی، اس سے بھی آپ کی بزرگی اور ولایت کا ثبوت ملتا ہے، حضرت نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور موسم برسات کے باوجود آپ کے جنازہ میں دور دراز سے مدارس وجامعات کے نظماء واہتمام کے عہدوں پر فائز حضرات علماء کرام نے شرکت فرمائی، نیز عوام کا بھی ایک جم غفیر تدفین میں شریک اور مرحوم کے لئے رفع درجات کی اور مقام عالی کی دعاء کرتے ہوئے شریک تدفین رہا، تمام شرکاء اپنی زبان حال سے گویا ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالی دین وملت کیلئے آپ کی خدمات اور قربانیوں کو قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ❁

مونس وغمخوار

حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

ایک مخلص اور ہمدرد انسان تھے

مولانا محمد زاہد حسین استاد مرکز الامام رحمت اللہ الکیرانوی، محمد پور

یوں تو آئے ہیں دنیا میں سبھی مرنے کیلئے
موت اس کی ہے زمانہ کرے جس کا افسوس

یہ خبر ہم تمام اہل تعلق پر بجلی بن کر گری جب معلوم ہوا کہ ماسٹر عبدالستار صاحب عزیزی کا مختصر سی علالت کے بعد انتقال ہوگیا ہے، موصوف نے بڑی مجاہدانہ زندگی بسر کی ہے، اور اپنے پیچھے ایسے اہل اور قابل جانشین چھوڑے ہیں، جس پر زمانے کو رشک آتا ہے، جن میں جناب ڈاکٹر مرغوب عالم صاحب عزیزی اور ان کے چھوٹے بھائی جناب مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی ہیں، ویسے تو آپ ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزار کر اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں، مگر کبھی کبھی انہیں کی زبانی انہیں کی کہانی سن کر حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے کیسے کیسے کارنامے اپنے نامہ اعمال میں درج کرائے ہیں، خواہ وہ راعین برادری کو تعلیم وتعلّم سے روشناس کرانے کیلئے ایک مضبوط پلیٹ فارم جمعیۃ الراعین تیار کر کے ہو یا اپنے جگر گوشہ کو مدرسہ میں تعلیم دلا کر ایک قابل عالم دین بنانا ہو، کیونکہ جہاں تک اس سیاہ کار نے دیکھا ہے کہ یہ قابل فرزند (جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی) اگر دوسرے عصری علوم کے لئے ہو کے رہ جاتے تو شاید کوئی قابل افسر یا عہدیدار ہوتے، کیونکہ ماسٹر جی خود بھی ایک سرکاری ملازم تھے، جن سے یہی امید کی جاسکتی تھی کہ ان کے فرزند بھی کوئی سرکاری عہدہ ہی حاصل کرتے، مگر اس مرد خدا نے خداترسی کا ثبوت پیش کیا ہے اور اپنے بیٹوں کو فی سبیل اللہ وقف کر کے ان کی صلاحیتوں کو قوم اور ملت اسلامیہ کے لئے وقف کردیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد سہارنپور اور اس کے تحت بہت سے شعبے جس میں جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ، جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات نیز ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا اجراء صرف وجود میں نہیں آئے بلکہ موصوف کے اس قابل فرزند کے نوک قلم سے کئی دن علمی، روحانی، اصلاحی اور تربیتی کتابیں وجود میں آئیں، ان کتابوں اور ان مدرسوں سے جب تک فائدہ اٹھایا جاتا رہے گا مرحوم کو اس کا ثواب انشاء اللہ پہنچتا رہے گا۔

نقوش اسلام کی اس خاص اشاعت میں مرحوم پر بہت سے مقالے اور مضامین شامل اشاعت ہیں، ہوسکتا ہے کہ یہ مضمون صرف تعداد میں بھی اضافہ کرسکے، مگر مرحوم کے حسنات کا تذکرہ کر کے ہم تمام سوگواروں کو خوشی ہورہی ہے کہ اللہ تعالی نے اس اپنے بندے سے کیا خدمت لی ہے، جس پر آج ہمیں رشک آرہا ہے، کہ کاش ملت اسلامیہ کے ہر باپ کا بیٹا اور اس کی اولاد خدمت دین وعلم کے لئے وقف ہوجائے اور اپنے اسلاف کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔

مرحوم یوں تو کئی سال سے سانس کے عارضے میں مبتلا تھے، مگر آپ کی جہد مسلسل اور اپنے فرائض وامور مدرسہ کی انجام دہی آخر دم تک جاری رہی، حتی کہ جس دن آپ کا انتقال ہوا، اس سے ایک روز پہلے بھی آپ نے مدرسہ میں آ کر تمام عملہ سے ملاقات کی اور دفتر محاسبی میں بیٹھ کر سب ملازمین ومدرسین سے چندہ وغیرہ کا حساب لیا اور تنخواہیں تقسیم کیں اور بھی دیگر اہم امور مفتی صاحب موصوف کیساتھ مل کر انجام دئے اور آئندہ روز بالکل مختصر سا............ ﴿بقیہ صفحہ ۴۶ ر پر﴾

نقوش حیات

آہ! حسن اخلاق کا پیکر ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت ہوگیا

مولانا مفتی خورشید احمد مظاہری مہتمم مرکز التعلیم والتربیۃ الاسلامیۃ، کھجناور

ابھی شوال المکرّم ۱۴۳۷ ہجری کے دوسرے عشرے کا پہلا دن تھا، سبھی لوگ عیدالفطر کی خوشیاں منارہے تھے کہ اچانک حضرت حافظ عبدالستار عزیزی صاحب رہنمائے مرکز احیاء الفکرالاسلامی مظفرآباد کے انتقال کی خبرسن کر پورا ماحول رنج وغم میں تبدیل ہوگیا، موصوف حسن اخلاق کے پیکر تھے، انتہائی بااخلاق، بارونق، بارعب، مخلص مرد مجاہد تھے، ۱۷ر جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار قریب ڈیڑھ بجے دن میں اس فانی دنیا سے منہ موڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور ہمیشہ کے لئے ایک مصلح مشفق ومربی کا سایہ ہم سے اٹھ گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف کا یوں تو ہمارے خاندان سے قدیم تعلق تھا، اور ملاقات کے وقت اس کا تذکرہ بھی فرمایا کرتے تھے، بتلاتے تھے کہ آپ کے والدالحاج علی احمد صاحب امیر جماعت کھجناور ویدک انٹر کالج مظفرآباد میں ہمارے رفیق درس تھے؛ لیکن راقم سطور کا تعلق موصوف سے مدرسہ انوارالقرآن نعمت پور کے طالب علمی کے زمانہ ۱۹۹۶ء سے ہے، موصوف اس زمانہ میں سرکاری ڈاک خانہ میں ملازم تھے، اتفاق سے ڈاک خانہ بھی مدرسہ کے ایک کمرہ میں واقع تھا، گاہ بگاہ موصوف سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، حضرت موصوف اپنے تجربات کی روشنی میں انتہائی بیش قیمت اور پرمغز نصیحتیں فرمایا کرتے تھے، حضرت موصوف یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے جانے کے بعد آپ مجھ کو یاد کیا کروگے، واقعی آج ہمیں موصوف کی یاد ستارہی ہے، اور حضرت موصوف کا یہ جملہ آج ہمیں غم سے نڈھال کئے ہوئے ہے، حضرت حافظ عبدالستار صاحب وقت کے بہت پابند تھے، سرکاری ملازمت کو انہوں نے پابندی سے نبھا کر کسب حلال کا ذریعہ بنایا تھا، جس کی مثال اس زمانہ میں مشکل سے ہی ملتی ہے۔

راقم نے ۲۰۱۲ء میں اسلامک سینٹر کے لئے ایک زمین خریدی، حضرت موصوف یہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور کافی دیر تک قرض کی ادائیگی کی دعا فرماتے رہے، حضرت حافظ صاحب مرحوم کی دعاؤں کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ اللہ رب العزت نے قرض کا انتظام بہت جلد فرمادیا، احقر نے حضرت حافظ صاحب مرحوم سے دعوت قبول کرنے کی درخواست کی تو فرمانے لگے کہ بھائی آپ کا گھر تو ہمارے ہی گھر جیسا ہے، جب بھی کوئی موقع آئے گا تو انشاءاللہ ضرور حاضر ہوں گے، آخر ایک دن حضرت حافظ صاحب کی تشریف آوری کی سعادت بھی ہمیں نصیب ہوگئی۔

حضرت حافظ صاحب کے چھوٹے بیٹے لائق وذی وقار حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکرالاسلامی، مرکز التعلیم والتربیۃ الاسلامیہ کھجناور میں مسجد کے سنگ بنیاد کے لئے تشریف لائے تو حضرت حافظ صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے، مسجد کی بنیاد رکھنے کے بعد قریب ایک گھنٹہ گھر قیام فرمایا اور کھانا وغیرہ سے فارغ ہوکر دعائیں فرماتے ہوئے رخصت ہوئے۔

۲۰ر فروری ۲۰۱۶ء بروز جمعہ کو مسجد کے افتتاح کے موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد مسعود صاحب کے ہمراہ ہمارے یہاں دوسری مرتبہ تشریف لائے، مسجد کا معائنہ فرمانے کے بعد خوشی کا اظہار فرمایا اور مدرسہ کی تعمیر وترقی کے لئے دعائیں کیں۔

حضرت حافظ صاحب مرحوم نے ڈاک خانہ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنے ادارہ مرکز احیاء الفکرالاسلامی کی تعمیر وترقی کی فکر فرمائی اور اس کو پروان چڑھانے میں ہرممکن کوشش کی اور اخیر زندگی تک اس کی

رہنمائی اور سرپرستی میں گزاردی، آپ انتہائی ضعف وکمزوری کی حالت میں بھی مرکز تشریف لاتے تھے، اور اہل مدرسہ کی دیکھ ریکھ فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ انتقال سے ایک روز قبل بھی آپ حسب معمول تشریف لائے اور مرکز کی نگرانی فرمائی، اور بعض اساتذہ سے رمضان کی آمدوخرچ کا حساب وکتاب بھی لیا، حضرت حافظ صاحب مرحوم مدرسہ میں آنے والے مہمانوں کا خاص خیال فرماتے تھے، آنے والوں سے حالات دریافت کرتے اوران کے لئے ضیافت کا انتظام کرتے۔

کسے معلوم تھا کہ حسن اخلاق کا یہ پیکر ہمارے درمیان سے بہت جلد رخصت ہو جائے گا اور ہمیشہ کے لئے ہم آپ کے ظل عاطفت سے محروم ہو جائیں گے؛ لیکن قانون خدا کے مطابق ہم سبھی کو ایک نہ ایک دن یہاں سے رخصت ہو جانا ہے: ''اللہ باقی من کل فان'' حضرت موصوف کے انتقال کے بعد سے میری زبان پر یہ جملہ بار بار آرہا ہے کہ ستار کا بندہ اپنے مالک حقیقی ستار سے جاملا، اور اپنے رب کی ستاری سے خوب لطف اندوز ہو رہا ہوگا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اپنے بندے کے ساتھ ستاری کا معاملہ فرما کر اپنی رحمت کاملہ میں ڈھانپ کر مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۴۴ کا﴾ عارضہ پیش آیا تو آپ کو سہارنپور لے جایا گیا مگر راستہ میں ہی آپ اللہ کے پیارے ہوگئے، اور سہارنپور پہنچ کر ڈاکٹروں نے آپ کو مردہ قرار دیدیا، آخری عمر تک بھی آپ نے کسی کو تکلیف نہ ہونے دی کہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے دوسروں کے لئے بوجھ بنے ہوں، مرحوم ایک مخلص اور ہمدرد انسان تھے، بہت ہی ملنسار، غمگسار، خلیق اور متواضع اور مہمان نواز تھے، آپ کے ورثہ میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، ماشاء اللہ جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی حافظہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور اپنے پیچھے جو ادھورے نقوش چھوڑے ہیں، ان کی تکمیل فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ للہ مااعطی ولہ مااخذ۔

تا عمر یاد آئیں گے عبدالستار بھی

مندرجہ ذیل اشعار مولانا قاری ذی النورین صاحب قاسمی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی نے حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کی جدائیگی پر مرثیہ کے طور پر کہے، جو قارئین کی نذر کئے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

یوں کاروان فکر وہ چھوڑے چلے گئے
دل اپنے ہم نواؤں کا توڑے چلے گئے

کچھ کہہ سکے نہ اپنی نہ کچھ میری سن سکے
رشتہ اجل سے اس طرح جوڑے چلے گئے

آہیں سلگ رہی ہیں کہ منہ ہے دھواں دھواں
بنیادِ صبر آج وہ توڑے چلے گئے

حیراں نسیم عقل ہے اک گل کی موت پر
خنجر وہ دل میں یاد کے لگاکے چلے گئے

تا عمر یاد آئیں گے عبدالستار بھی
کرکے یتیم ہم کو جو چھوڑے چلے گئے

باتیں فقط وہ انکی تو یادیں ہی بن گئیں
اشکوں کے دریا ہم تو نچوڑے چلے گئے

خدمت کریں گے ان کی یہ جذبہ سبھی کا تھا
ہلکی سی اک صدا پہ ہی دوڑے چلے گئے

ظلمت کی اک ہتھیلی پہ جلتی شمع تھے وہ
منہ آج پھر قمر سے جو موڑے چلے گئے

حسین یادیں

حافظ عبدالستار صاحب مرحوم کی

کچھ یادیں، کچھ باتیں

مولانا محمد سلیم مظاہری مہتمم جامعہ علوم القرآن، ست پورہ، کوڑی کھیڑا

ابھی چند دنوں پہلے ایک عبقری شخصیت، بیشمار صفات حسنہ سے آراستہ وپیراستہ، ایک غیور وفیاض ہستی جناب ماسٹر عبدالستار عزیزی صاحب جو کہ ایک صاحب نسبت بزرگ، اہل اللہ اوراہل علم میں سے تھے،اس دارفانی سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس حادثہ کی خبر سے ایسا لگا کہ اپنے ہی گھر کا کوئی عزیز انسان قافلہ سے بچھڑ کر کاروان رفتگاں میں شامل ہوگیا، جب اس حادثہ کی خبر ملی راقم الحروف ایک سفر میں تھا،خبر ملنے کےفوراًبعد ادارے میں پہنچا،اس کے بعد تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں علاقہ کےلوگوں نے شرکت کی، مجلس میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام کیا گیا، بعدہ مجلس میں موجودہ تمام حضرات نے کہا کہ ہم ماسٹر صاحب کے اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت کرنے پر جناب حضرت مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کوتعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں، اور وہ انہی کے والدنہیں تھے بلکہ ہم سبھوں کوبھی ان کی شفقتیں ایسے ہی ملتی تھیں جیسے ایک باپ کی شفقتیں اپنی اولاد کوملتی ہیں، ہم نے اپنے بعض اساتذہ کرام سے ماسٹر صاحب کے بارے میں بہت سی تجربہ کی باتیں بھی سنیں، خصوصاً حضرت الاستاد مولانا محمد احمد صاحب استاذ تفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے ماسٹر صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک موقع پرفرمایا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو بیشمار کمالات عطا کئے تھے،اوروہ ایک فیاض،علم پرور اور بااخلاق انسان تھے، دوسروں کی خیرخواہی آپ کی فطرت ثانیہ تھی، احقر اگرچہ ماسٹر صاحب سے زیادہ واقف نہ تھا؛لیکن میری دوچار ملاقاتیں ایسی ہوئیں کہ ان ملاقاتوں میں آپ نے بہت سی قیمتی نصیحتیں بھی ارشادفرمائیں جو ہمیشہ یادرہیں گی۔

ہمارے یہاں جامعہ ’’علوم القرآن‘‘ ست پورہ کی مسجد کا افتتاح کیا گیا، تو آپ اس موقع پر جامعہ میں تشریف لائے اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، اورایک بڑے مجمع کے سامنے آپ نے کہا کہ:’’مدارس اسلامیہ اورمراکز دینیہ یہ اخلاص اورتقوی کی بنا پر چلتے اور چلائے جاتے ہیں، اور مدارس سے اگر یہ چیزختم ہوجائے تو کیا ہوا کام ہوا کی نظر ہوکر رہ جاتا ہے‘‘۔

جناب ماسٹر صاحب کے ہنداور بیرون ہند میں بہت سے ممتاز شاگرد اور علماء کرام بڑی بڑی جگہوں پر دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالی مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، اور پسماندگان کوصبر جمیل عطافرمائے، اورہمیں ان کی نیکیاں اورصفات کواختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے نانا جان نہیں رہے

میرے نانا جان ماسٹر عبدالستار عزیزی مجھ سے بہت پیار کرتے تھے، جب میں مرکز میں آتا تو میرے والد صاحب کے بارے میں پوچھتے کہ تمہارے والد کی کیسی طبیعت ہے، کیونکہ میرے والد صاحب کو سانس کی بیماری ہے اور میرے نانا جان کو بھی یہی بیماری تھی، میرے نانا جان حساب میں بہت ماہر تھے، ہر ماہ میرا حساب لیا کرتے تھے اور مجھ سے ہمیشہ یہی کہتے تھے تم بھی کچھ سیکھ لو مجھ سے ورنہ بعد میں بہت پچھتاؤ گے، اور مجھے یاد کروگے۔

سوگوار: محمد صالحین پپلی مزرعہ، یمنانگر، ہریانہ

کوہ گراں

ایک بیٹی کے تأثرات والد مرحوم کی وفات پر

وہ چلے سوئے منزل ہمیں چھوڑکر

محترمہ انیسہ خاتون جمال پور، سہارنپور

۱۱ر شوال بروز اتوار ۱۴۳۷ ہجری مطابق ۱۷ر جولائی ۲۰۱۶ میرے لئے انتہائی غم کا دن تھا، تقریباً ۱۱ر بجے دوپہر میرے بڑے بھائی ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی کی بیٹی عزیزہ اسماء سلمہا نے بذریعہ فون ابوجان کی علالت کی خبر دیتے ہوئے یہ کہا کہ اگر داداجان کو دیکھنا چاہتی ہو تو فوراً آجاؤ، اچانک یہ خبر سن کر میرے ہوش اڑ گئے، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، موسم کی وجہ سے پیدل جانا ممکن نہیں تھا، میرے بڑے بیٹے قاری محمد افضل علی سلمہ کرایہ پر ٹیکسی لیکر آئے، محلّہ کی عورتیں ابوجان کی علالت طبع کی خبر سن کر جمع ہوگئیں، ان کی صحت کی دعاؤں کے ساتھ مجھے تسلی دینے لگیں۔

بہر کیف میں اپنے میکے پہنچی، جب تک ابوجان کو علاج کیلئے سہارنپور لیجا چکے تھے، گھر میں کچھ غم کا ماحول محسوس ہو رہا تھا، جس کو میں کسی سے پوچھنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد فون آیا کہ ابوجان کو سہارنپور شہر میں بھی نہیں لے جاسکے، راستہ میں ہی انتقال ہوگیا، واپس لیکر آرہے ہیں، پھر کیا تھا صبر کا بندھن ٹوٹ گیا، اپنی محرومی پر رونے لگی، کاش آج میں اپنے ابو سے آخری بات کر لیتی، مگر مشیت ایزدی ایسی ہی تھی کیا کیا جائے، ساری عمر حسرت رہے گی، میرے لئے اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم بہن بھائیوں کے سروں سے والدین کا سایہ عاطفت ہمیشہ کیلئے اٹھ گیا، سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنی اس محرومی کو کن لفظوں سے بیان کروں، میرے والدین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آج مجھے ایسا خلا محسوس ہو رہا ہے، جس کو کبھی پر نہیں کیا جاسکتا، چونکہ تقریباً چار سال قبل ۲۰ر فروری ۲۰۱۲ کو میری والدہ محترمہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئی تھیں، جنہوں نے ہم بہن بھائیوں کی تعلیم وتربیت میں غیر معمولی کردار ادا کیا، اللہ غریق رحمت فرمائیں والد مرحوم کو اکثر وبیشتر بیمار رہتے مگر صبر وضبط کے ساتھ راضی برضا رہتے ہوئے اپنی تکلیف کا اظہار نہ فرماتے، مجھے اکثر نصیحت کیا کرتے اور فرماتے کہ بیٹی اب زندگی سے مایوسی ہوگئی، جب یہ الفاظ فرماتے تو میرے دل پر بجلی کی طرح اثر کرتے، تو میں دعا کیا کرتی کہ یااللہ مجھے وہ دن نہ دکھائے، میرے ابو علالت، ضعف اور کمزوری کے باوجود اوراد ووظائف، نماز وتلاوت قرآن کے پابند تھے، الحمدللہ آخر وقت تک کوئی نماز قضا نہیں ہوئی، بارش کا موسم تھا، تجہیز وتکفین کی تیاری ہوئی، بعد نماز مغرب تدفین کیلئے اعزہ واقارب میں اطلاع کردی گئی، حسب اطلاع بعد نماز مغرب نماز جنازہ عارف باللہ حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری مدظلہ العالی نے پڑھائی، اس کے بعد میرے بڑے بھائی ڈاکٹر مرغوب عالم ومفتی مسعود عزیزی ندوی اور قرب وجوار کے علماء اعزہ واقارب نے دکھے دلوں وغمناک آنکھوں کے ساتھ جنازہ کو سپرد خاک کیا: ؎

وہ چلے سوئے مرقد، سونے کے لئے
رہ گئے ہم اس عالم میں رونے کیلئے

صفات حمیدہ

خدا بخشے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مولوی محمد اکرم متعلّم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

موت ایک ایسی مسلم حقیقت ہے جس کا کسی فرد بشر کو نہ ہی انکار ہے اور نہ جائے مفر، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ”کل نفس ذائقة الموت“ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ابو البشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک تمام آنے والی مخلوقات کو ایک دن فنا کی وادی سے گزر کر دار البقاء کی طرف کوچ کرنا ہے۔

جب ہم اپنے گردونواح کا جائزہ لیتے ہیں اور عزیز و اقارب پر نظر ڈالتے ہیں، تو دوست واحباب اور پڑوسیوں کی ایک طویل فہرست ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے، جنہیں ہم اپنے کندھوں کے سہارے قبر کی تنہائیوں میں پہنچا چکے ہوتے ہیں، جو کبھی ہم اور آپ کی طرح اسی دنیا میں چلتے پھرتے اور ضروریات زندگی کی تکمیل کرتے تھے، ٹھیک اسی طرح آج بڑی ہی رنجیدگی کے عالم میں مجھے بھی یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے نانا جان جناب ماسٹر عبد الستار صاحب مرحوم ومغفور بھی ۱۷؍ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار کو اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اسی دن ہزاروں سوگواروں نے نمناک آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیا، نانا جان بڑی ہی خوبیوں کے حامل تھے، تمام عزیز و اقارب ان کے اوصاف حمیدہ اور ان کے اخلاق کریمانہ سے خوش تھے، اور عوام وخواص سے کلی طور پر خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے، اور سب آپ کے اخلاق فاضلانہ سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

آپ نے جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں علمی خدمات انجام دیں، وہاں انگلش، ہندی اور حساب سیکھانے پر مامور تھے، پھر چند سالوں تک محکمہ ڈاک سے وابستہ ہو کر خدمات خلق انجام دیتے رہے، پھر ہمارے ماموں مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا، وہاں نانا مرحوم تادم حیات منصب اہتمام پر فائز رہے، مرکز سے نکلنے والے ماہنامہ نقوش اسلام میں وقتاً فوقتاً اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے، مضمون نگاری کا اللہ نے آپ کو بہترین سلیقہ عطا فرما رکھا تھا، اہل وعیال کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے پوتوں اور نواسوں سے اس طرح محبت کرتے تھے جیسے باپ اپنے بیٹوں سے محبت کرتا ہے۔

اور مجھ سے بھی وقتاً فوقتاً میری تعلیم کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، کہ کیسی تعلیم چل رہی ہے، اب کون سے سال میں ہو، کب فارغ ہونا ہے، فراغت کے بعد کیا کرنا ہے، وغیرہ۔

الحمد للہ میں نے سال گزشتہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورہ حدیثِ شریف سے فراغت حاصل کی اور نانا جان کو بے حد خوشی ہوئی تھی، اور اس خوشی میں شامل بھی ہوئے تھے، اور مجھے مزید علم کی دعاؤں سے نوازا، اس سال راقم مظاہر علوم میں ہی شعبہ تحفظ ختم نبوت میں زیر تعلیم ہے اور یہ انہیں کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

اب تو بس ان کی یادیں باقی رہ گئیں ہیں، اور ان کے نقش کردہ مضامین اور ان کے باقیات کو دیکھ کر یاد تازہ کرنے، اشکبار ہونے کے علاوہ کچھ نہیں رہا، تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جو بھی اس رسالہ کو پڑھے نانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرے، اللہ تعالی ان کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین

مقالات عزیزی

یہاں والد صاحب کے وہ پانچ مقالات نقل کئے جارہے ہیں جو محفوظ تھے، دو مقالے ۱۹۸۶ء کے تحریر کردہ ہیں اور تین مقالے بعد کے، جن سے ان کے طرز تحریر اور ان کی فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پہلا اور دوسرا مقالہ بھی اصلاحی اور فکری ہے اگرچہ ان میں خاص ایک برادری کو مخاطب کیا ہے، بعد کے مضامین میں ایک اصلاحی اور دو خاکہ نگاری پر مشتمل ہیں۔

یہ مقالہ ''کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے'' کے عنوان سے ہے جو ۴/۵ ؍اکتوبر ۱۹۸۶ء کونگلہ راعی مظفر نگر میں ہونیوالی جمعیۃ الراعین کی کانفرنس میں دو ہزار کے مجمع میں پڑھا، جس کی صدارت بابو بشیر احمد صاحب سابق ایم ایل نے کی۔(ادارہ)

نحمده و نصلي على رسوله الكريم امابعد

کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے
سانپ کو مار کے گنجینہ زر لیتا ہے

صدر محترم ومعزز سامعین حضرات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ قبیلہ راعین ملت اسلامیہ کا ایک حصہ ہے، ہندوستان میں راعین برادری کی مجموعی آبادی تقریباً چار کروڑ ہے، مگر بکھری ہوئی ہے، اسلام نے علم کے ذریعہ جو عمل آخرت ودنیا میں زندگی گزارنے کا بتایا تھا، افسوس کہ ہم لوگوں نے اس کو بھلا دیا۔

راعین برادری میں اسلامی علم کی کمی سے عمل کا موجودہ معیار نہایت پسماندہ، کمزور اور پچھڑا ہوا ہے، راعیان ہند کی موجودہ سماجی پسماندگی ومعاشی غلامی سے نجات وآزادی دلانے نیز طرز زندگی کو صالح علم وعمل کی راہوں پر گامزن کرنے کے لئے ملک کی راعین تحریک خصوصاً بہار اسٹیٹ، جمعیۃ الراعین اتر پردیش، مدھیہ پردیش، بنگال اور اخبار آئینہ راعین مرادآباد اپنے ذرائع ووسائل سے کوشش کررہے ہیں۔

ہماری اس جمعیۃ الراعین تنظیم کا اصل مقصد راعین قبیلہ کی پسماندگی دور کر کے ترقی یافتہ قوموں کے برابر لانا ہے، اور یہ کام اسی وقت پورا ہوسکتا ہے، جب قبیلہ کے بہی خواہ حضرات ذاتی فوائد اور نام ونمود سے بے پرواہ ہوکر خدمت میں لگ جائیں، اور سب سے پہلا کام یہ کریں کہ قوم کا کوئی بچہ ناخواندہ نہ رہنے پائے، کیونکہ راعین برادری کی پسماندگی کی متعدد وجوہات میں ناخواندگی سب سے اہم وجہ ہے۔

جب افراد قوم یہ جانتے ہی نہیں کہ وہ جس دین اور مسلک سے وابستہ ہیں، اور جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں اور جس کی امت میں شامل ہونے کا فخر انکو حاصل ہے، اس امت کے افراد نے کس طرح ترقی کی منزلیں طے کیں اور کس طرح اونٹوں کو چرانے والے، بات بات پر آپس میں دست وگریباں رہنے والے اور شراب وجوا ودیگر فواحشات میں دن رات غرق رہنے والے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوئے، اور انہوں نے دل سے کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنی جان اپنا مال اور اپنا سب کچھ اللہ تعالی کے حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر قربان کردیا، جب جاکر ان کو قیصر وکسری کی حکومتوں پر غلبہ حاصل ہوا اور فتح مندی وحکمرانی نے انکے قدم چومے۔

آج ہم دنیا کے ہر خطے میں آباد ہیں، اور تقریباً ۴۵ ؍ملکوں میں آزاد اسلامی حکومتیں قائم ہیں؛ لیکن ہمارا شمار بدستور پسماندہ زمرے میں ہوتا ہے، لیکن یہ برادری عام مسلمانوں کی سطح سے بھی میل نہیں کھاتی اور ہم غیروں سے زیادہ اپنوں کی نظر میں نشانہ ملامت بنتے ہیں، اور ہمارے غریب بھائیوں کو رسوا کن القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

قوم راعین پر جمود وغفلت کی صدیاں بیت گئیں، نسلیں بدلتی گئیں، ماحول بدلتے گئے، حکومتیں بدلتی گئیں، خیالات بدلتے گئے، اقتدار

زمانہ بدلتے گئے، مگر افسوس صد افسوس قوم راعین اپنے دیرینہ مقام سے ایک انچ بھی نہ ہٹی، زمانہ کے دست برد کے ایک ہی جھٹکے میں جو پست ہمتی اور مایوسی پیدا ہوئی، اس پر تاریکی کے مزید پردے پڑتے گئے اور آخر کار ایک دن ایسا بھی آ گیا کہ وہ دنیا ہی کی نظروں میں پست ہوگئے، اپنی اصلیت، اپنا مخرج ہی نہیں بلکہ اس دین فطرت، اس ضابطہ حیات اور اس اسوۂ حسنہ کو بھی فراموش کر بیٹھے، جس نے آن واحد میں عربوں کی جنگجو اور تند فطرت قوم کی کایا پلٹ کر دی تھی، افسوس قوم راعین کے اس نقطہ زوال نے اس کا اخلاق، اس کا تمدن، اس کی تہذیب، اس کی اقتصادی حالت، اس کی تنظیمی صلاحیت، غرضیکہ سب کچھ زیروز بر کر ڈالا، اس رحیم وکریم کا احسان ہے کہ ہر دور ہر زمانہ میں اس نے قوم کے اندر حساس دل ودماغ رکھنے والی ہستیاں پیدا کیں، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے طریقوں سے قوم راعین کی حالت سدھارنے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن قلب ودماغ پر صدیوں کی چڑھی ہوئی کائی کا صاف کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، ہر تحریک نے کچھ نہ کچھ اثر کیا، خواہ انگلیوں پر گنتی ہی کے افراد کیوں نہ متأثر ہوئے ہوں، بیداری کی ہلکی سی رو نے دل ودماغ کو روشنی بخشی؛ لیکن وہ روشنی کی کرن اتنی ہلکی تھی کہ مفکرین قوم کے لئے باعث تسکین نہ ہوئی اور وہ بدل دل ہوکر اپنی شکست کے معترف ہوگئے۔

آج وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمارے نوزائدہ لیڈران راعین قبیلوں کے اندر گھس کر ان کی دکھتی رگوں کا جائزہ لیں، اس کے بعد افراد قبیلہ کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ کریں اور اصلاح وتربیت کے نئے نئے فارمولے پیش کریں، اور ہر ہر موضع، قصبہ، ضلع، علاقہ میں جمعیۃ الراعین کا جال بچھا دیں، اس طرح وہ قوم کے ہیرو بن جائیں گے اور افراد قبیلہ ان کو سرآنکھوں پر بٹھائیں گے، اس طرح سے وہ اپنے علاقے اور اضلاع میں کئی تنظیمی طاقت کے بل پر حکومت سے اپنے جائز حقوق حاصل کرنے اور اپنی نمائندہ حیثیت ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے، مگر اس جدوجہد میں ان کو خون پسینہ ایک کرنا پڑے گا، وقت کا، دولت کا خون کرنا پڑے گا، تب کہیں خدمت سے عظمت ملے گی۔

غرضیکہ کسی تنظیم یا تحریک کو مؤثر بنانے کے لئے آپسی تعاون، انتھک جدوجہد اور اعلی ترین صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں، تب جاکر ٹھوس بنیادوں پر تنظیم کا قیام عمل میں آتا ہے، ایسی تنظیموں سے حکومت وقت بھی متأثر ہوتی ہے، اور پھر تحریک اور خواہشات کا حتی الامکان احترام کرتی ہے، اور یہ تنظیمی عمارت اپنے ممبروں کے لئے نفع بخش اور موجب راحت وبرکت ثابت ہوتی ہے، دنیا جانتی ہے کہ جب کسی قبیلہ یا قوم کے اندر اتحاد نہ ہو، اور لیڈران قوم الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم ہوکر مسجد ضرار کی بنیاد ڈالنے میں مشغول ہوجائیں، تو پھر اس قوم کی مشکلات میں حد درجہ اضافہ ہوا کرتا ہے۔

جمعیۃ الراعین تنظیم کا اصل مقصد یہ ہے کہ پنچایتی نظام کے ناقابل علاج ناسور کے زخم کو مندمل کرنے کے لئے ایک ایسی تنظیم کی بنیاد ڈالی جائے جس کے تحت ہر طبقہ وہر گروہ کے افراد اپنے اپنے اختلاف کے باوجود قومی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکیں، اور اپنے پنچایتی اختلاف اور گروہ بندیوں کے باوجود من حیث القوم معاشی ومعاشرتی اور تعلیمی میدان میں دیگر اقوام کے شانہ بشانہ ترقی کرنے کے اہل ہوسکیں، اور آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کا نام عزت واحترام سے لے سکیں۔

تنظیم کی اصل بنیاد اس کے عوام ہوتے ہیں، سب سے پہلے عوام کو تنظیم کے فوائد اور ضرورتیں سمجھا کر ان کو اس کا سرگرم ممبر بنایا جائے، پھر نصب العین کے مطابق ان کو عملی جدوجہد میں شریک کیا جائے، جب عوام اس جدوجہد میں عملی طور پر شامل ہوجائیں، تب اس بستی اور حلقہ کے سرگرم ممبر اپنی فلاح وبہبود کے متعلق غور وخوض کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھیں اور ہر ہر موضع وقصبہ کے مقامی مسائل اور دشواریوں کا حل ڈھونڈ نکالیں اور اس جدوجہد کو باقاعدہ جاری رکھنے کے لئے عہدیداروں کا انتخاب کریں تاکہ قومی تنظیم کا کام باقاعدگی اور تسلسل سے چلتا رہے۔ وما علینا الا البلاغ

زندگی کا نصب العین

یہ مقالہ والد صاحب نے قصبہ سہن پور ضلع بجنور مین ۱۹۸۶ء میں ہونے والے آل یوپی اجلاس کے لئے لکھا تھا، مگر اجلاس ملتوی ہوگیا تھا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

امیر جمع ہیں احباب حال دل کہہ لے

پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

جناب صدر معزز ممبران جمعیۃ الراعین اور محترم مہمانان

ونونہالان چمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بڑی مسرت ہے، اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج راعین برادری کی ضلعی سطح پر مجلس عاملہ کے ممبروں اور عہدیداروں کے انتخاب کے لئے کانفرنس ہوئی ہے۔

یہ میرے لئے بیش بہا موقع ہاتھ آیا ہے کہ آج میں دلی جذبات اور قلبی اثرات واحساسات کا اظہار کروں اور برادری کے سدھار کے سلسلہ میں جس عملی نوعیت سے کام کا نقشہ میرے دل ودماغ میں پرورش پارہا ہے، آپ کے سامنے پیش کروں، تاکہ آپ جیسے صائب رائے رکھنے والے برادری کے رہبران اس پر غور کریں۔

بزرگو! برادری کے حساس دوراندیش بیدار مغز اور دردمند حضرات جب برادری کی اصلاح اور سدھار کے لئے کمربستہ ہوئے ہیں اور جس احساس بیداری کے ساتھ ہمیں جگایا ہے وہ یہ ہے کہ ہم پسماندہ ہیں، مظلوم ہیں، ملک کی دوسری ترقی یافتہ قوموں کے مقابلہ میں ہم بہت پیچھے ہیں، ہم کو جاگنا ہے، آگے بڑھنا ہے، اور اس کائنات عالم میں زندگی کی ہر کامرانیوں میں اور خوش کامیوں میں ہمیں برابر کا حصہ لینا ہے، برسوں سے اپنی مظلوم، دبی ہوئی، کچلی ہوئی برادری کے سامنے یہی سبق ہم رکھتے ہیں، اور یہی احساس تھا، جو ہم سب سے پہلے اپنی برادری کے دل میں پیدا کرنا چاہتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ہماری برادری کے عوام نے اپنا پہلا سبق یاد کرلیا ہے، ان کو اپنی بے بسی، جہالت پستی اور مظلومیت کا پورا پورا احساس ہورہا ہے، اب وہ پستی سے نکلنے اور آگے بڑھنے کیلئے آمادہ اور بیتاب ہیں، اب ضرورت ہے کہ ان کو آگے بڑھنے کا عملی راستہ دکھایا جائے، اور زندگی کا صحیح نصب العین پیش کیا جائے اور اس کارزار عمل میں اپنی سرفروشانہ جدوجہد سے ایک اعلی باوقار مقام حاصل کیا جائے، یہ زمانہ گفتار کا نہیں کردار کا ہے، وہی قومیں آگے بڑھتی ہیں، جو شاہ راہ عمل پر تیزی سے گامزن ہوں، مگر ہم نے ابھی تک ایسا نہیں کیا ہے، ہم کبھی کبھی آپس میں بیٹھ کر اپنا رونا بھی رولیتے ہیں، مگر ہمارا کوئی ایسا ٹھوس قدم نہیں اٹھتا جو ہمارا سویا ہوا کارواں جاگ اٹھے اور ہمارے دردودکھ کا مداوا ہوجائے۔

معزز حضرات اب نشستن وگفتن وبرخاستن کا وقت نہیں رہا، اب ضرورت ہے کہ ہم برادری کے لئے ٹھوس اور عملی اسکیم تیار کریں اور آج سے ہی اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آگے بڑھنا شروع کردیں۔

میں قوم کے رہبران حضرات سے گزارش کروں گا کہ قوم کے ذمہ داروقت کے تقاضوں کو سمجھیں، قوم راعین کی موجودہ حالت کا صحیح جائزہ لیں اور ان کی ترقی وسدھار کا اتنا صحیح اور سچا خاکہ پیش کریں کہ اس سے بہتر طریقہ پر مرض کی تشخیص کرنا فی الحال ناممکن ہے، یہ حقیقت ہے کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے، خود ہندوستان میں اچھوت قومیں جن

کولوگ برابر میں بٹھانا، بات کرنا اپنی توہین سمجھتے تھے، آج زیور تعلیم سے آراستہ ہوکر بڑے سے بڑے جلیل القدر عہدوں پر فائز ہیں، اور اپنی ذات اور نسل پر فخر کرنیوالے آج ان کے سامنے باادب حضور اور جناب کے القاب سے گفتگو کرنے پر مجبور ہیں، اور ان سے رحم کی بھیک مانگنے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے آباء واجداد نے اپنے زمانہ میں اسی پرانے طرز زندگی پر بھی اچھی خاصی ترقیاں کیں، نام پیدا کئے اور باعزت زندگی گزاری، لیکن اقدار زمانہ بدل چکی ہیں، اب سائنس اور ٹکنالوجی کا دور ہے، علم حاصل کرنا زندہ رہنے کیلئے ضروری قرار پاچکا ہے، دنیا کے چپہ چپہ پر تنظیموں کے جال بچھتے جارہے ہیں، حتی کہ چور ڈاکو اور اسمگلر بھی اپنی اپنی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر تنظیمیں قائم کئے ہوئے ہیں، اور ان کی تنظیموں کی مضبوطی کا یہ عالم ہے کہ یورپ اور امریکہ کے تجربہ کار اور مشہور پولس فورس اور سی آئی ڈی ان کا کچھ نہیں بگاڑ پاتی۔

غرضیکہ آج کی دنیا میں جو قوم، جو فرقہ، جو جماعت تعلیم یافتہ، منظّم اور متحد نہیں ہے، اس کو دنیا میں زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے، اور روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جاہل غیر منظّم ومنتشر اقوام وجماعتیں صفحہ ہستی سے رفتہ رفتہ مٹتی چلی جارہی ہیں، اور دنیا کو ان کے مٹنے اور فنا ہونے کا کوئی غم بھی نہیں، قوم راعین میں ہر جگہ گروہ بندی اور نفاق ہے، اگر اس مرض کہنہ کا کوئی تیر بہدف علاج نہ سوچا گیا، تو پھر ایسی حالت میں تنظیم کا کام مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوجائے گا، اس لئے ہر ہر جگہ پر جمعیۃ الراعین کی مؤثر تنظیم پیدا کی جائے، اس پر عمل درآمد کرانے کے لئے اپنی نگرانی میں ہر ہر مقام پر ایسا انتظام کردیا جائے کہ ممبر یا صدر کی بے عزتی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

دراصل اس وقت قوم راعین بدترین قسم کے جمود میں گرفتار ہے، نہ اس کو اپنی موجودہ حالت کی فکر ہے اور نہ آئندہ آنے والی نسلوں کا کوئی خیال ہے، وہ وقتی طور پر اپنے زندہ رہنے کی فکر میں پریشان ہے اور اسکو صحیح راستہ پر ڈالنے کی نہ کوئی تدبیر کی جارہی ہے، اور نہ زعمائے قوم میں بظاہر حوصلہ باقی ہے، وہ گزشتہ کی ناکامیوں سے کچھ بددل اور ناامید بیٹھے ہیں، اسی کا نام جمود ہے جس کا دور کرنا ہمارا فرض اولین ہے، اس وقت اس جمود کو دور کرنے کیلئے مظفرنگر، سہارنپور اور انبالہ میں کانفرنسوں کا انعقاد انتہائی ضروری ہے تاکہ خواب غفلت میں سویا ہوا یہ قبیلہ کچھ تو چونکے اور اپنے گردوپیش کا جائزہ لیکر دیکھے کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے، اور ایک ہم ہیں کہ اسی پرانی روش پر قائم ہے، میں پوری برادری سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا را کسی طرح اس جمود کو توڑئے اور راعین قبیلہ کو ہرممکن کوشش سے بیدار کیجئے اور یہ کام اپنا فرض اولین سمجھ کر انجام دیجئے، ابھی پانی سر سے اونچا نہیں ہوا ہے، صرف ضرورت ہے کہ ہم یکجا ہوکر اپنی اور اپنے نظام کی خامیوں کا مفصل جائزہ لیں اور نئے سرے سے زمانہ کی رفتار اور وقت کی ضرورت کے اعتبار سے اپنا پنچایتی نظام جمہوریت اور سچی اسلامی جمہوریت کے سانچہ میں ڈھال لیں، ہر وہ قدیم رواج جو زمانہ کی رفتار سے میل نہ کھاتا ہو، ختم کرکے نیا اصول اور آئین بنائیں تاکہ ہم کو دنیا اور آنیوالی نسلیں مطعون نہ کرسکیں، اور ہمارا معاشرہ ایک سلجھا ہوا معاشرہ بن جائے، ہمارے اندر سے گروہ بندی اور نفاق ختم ہوجائے، اور قوم ایک باعزت مقام حاصل کرسکے، خدا ہم سب کو نیک اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق دے، اور ہمارے سربراہوں کو سمجھ اور قبیلہ سے محبت عطا فرمادے، آمین۔

پنچایتی نظام کا رہنا ضروری ہے قوم سے اپیل :

میں قوم کے سربراہوں سے اپیل کروں گا کہ قوم خطرے کے دہانے پر کھڑی ہے، اگر آپ حضرات نے توجہ نہ فرمائی تو قوم کی عزت وحرمت تو ختم ہورہی ہے، شاید اس قوم کا نام لیوا بھی نہ رہے گا:

(۱) ہر شادی میں ذمہ دار حضرات کے ہاتھ میں کل انتظام ہونا چاہئے، نوید پنچایتی کھانے کی ہوگی، وقت کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے، نوید کے وقت نائی کے ہاتھ میں فہرست ہونی چاہئے، ہر گھر کے آدمی سے دستخط کرائے۔ ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۶۸؍ پر﴾

دلہن کی زندگی سسرال والوں سے وابستہ ہوتی ہے

یہ مقالہ والد صاحب نے مولوی حمید اللہ قاسمی کبیر نگری سے کمپوز کرایا تھا، جو کمپیوٹر میں محفوظ تھا، قارئین کے فائدہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

ایک لڑکی جب دلہن بن کر سسرال پہنچتی ہے تو بلحاظ نوعیت اس کا نفع سسرال والوں کے نفع سے جڑ جاتا ہے، دلہن کی عزت سسرال والوں کی عزت سے وابستہ ہوجاتی ہے کیونکہ دلہن کی زندگی سسرال والوں کی زندگی سے جڑ جاتی ہے، ایک عورت کا رشتہ اپنے شوہر کے لئے عجیب وغریب نوعیت کا رشتہ ہوتا ہے جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہوتا ہے، سسرال کی زندگی ایک نئی دلہن کے لئے نیا گھر نئے لوگ ہوتے ہیں، بیچاری ماں باپ کی تربیت ونگرانی میں اور پیار وشفقت کے گہوارے سے علیحدہ ہوکر حقیقی وارث (شوہر) اور مجازی والدین ساس سسر کے سایہ میں اپنی زندگی کے پہلے دور کا آغاز کرتی ہے، ہر والدین اپنی بیٹیوں کی شادی کے متعلق بہت کچھ سوچتے ہیں، شادی کے سلسلہ میں بڑی تمنائیں ہوتی ہیں، اس لئے اس کے متعلق دوڑ بھاگ میں کمی نہیں کرتے اور بڑی دھوم دھام سے منگنیاں کرتے ہیں، اور خوب دل کے ارمان نکالتے ہیں، اس کے علاوہ قابل غور امر یہ ہے کہ بہو کی ناپسندیدگی اور پسندیدگی کا انحصار اکثر ساس یعنی لڑکے کی ماں پر ہوتا ہے، لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساس ایسے انتخاب کی خود قدر کرتی، لیکن صورت معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، کسی طرح شادی ہوجاتی ہے، اور بہو دلہن کے روپ میں گھر میں داخل ہوتی ہے، اس وقت بڑی خوشی اور بڑے پرتپاک سے اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے، لیکن شادی کے چند مہینے بعد گھر میں بہو کی ساس اور نندوں سے کھینچا تانی شروع ہوجاتی ہے، اب اگر بہو پاس پڑوس کی شرم یا اپنی بدنامی ورسوائی کے خیال سے ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیتی تو اس کو بد دماغ، مغرور اور بس کی گانٹھ کہا جاتا ہے، اور اگر کچھ بول پڑتی ہے تو بے حیا، بے غیرت، منھ پھٹ اور نہ جانے کیا کیا کہلاتی ہے، غریب کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، اس کا وہاں شوہر کے علاوہ زندگی کا کوئی ساتھی نظر نہیں آتا، مگر شوہر بھی ماں باپ کے دباؤ سے مجبور ہوتا ہے، اگر شوہر ہمت کرکے کچھ منصفانہ بات بول پڑے تو بیٹا نافرمان، نالائق اور بہو کا غلام کہلاتا ہے، اور طعنہ وتشنیع کا شکار ہوجاتا ہے، جس کی بنا پر شوہر اپنی بیوی کو چپ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ماں باپ سے الگ ہونے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اگر شوہر ماں باپ کی باتوں پر دھیان دیتا رہے اور بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہے تو اس کے والدین خوش نظر آتے ہیں، ایسے حالات میں آگ کی چنگاری سلگتی چلی جاتی ہے اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ حالات خراب سے خراب تر ہوجاتے ہیں اور خانہ آبادی خانہ بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

ہم ساس کو بالکل بے گناہ اور بے قصور نہیں سمجھتے لیکن کم ازکم اس خانہ جنگی کا زیادہ سبب اکثر اوقات ساس ہی ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ عام طور پر تجربہ کار عقلمند اور عمر رسیدہ ہوتی ہے، خطاپوشی اور رہنمائی اس کا فرض ہوتا ہے، بہو کے عادات واخلاق کی اصلاح وہ خود کرسکتی ہے اور بہو بھی بمنزلت بیٹی کے ہوتی ہے، اگر ساس اصلاحی رویہ اختیار کرے تو یہ خرابیاں پیدا نہ ہوں، لیکن سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے کہ بعض بہوئیں میکے سے یہ ارادہ پختہ کرکے آتی ہیں کہ ہم ساس سسر سے علیحدہ ہوکر رہیں گے، جس کے نتیجہ میں کچھ مہینے گزرنے کے بعد ساس اور نندوں سے لڑائی جھگڑا کرنے لگتی ہیں، اور رات دن ایسی تدبیریں

کرتی ہیں کہ گھر میں پھوٹ پڑ جائے، مرد کو ایسے ایسے طریقے سے پریشان کرتی ہیں اور طرح طرح کی برائیاں کرتی ہیں، مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہماری مرضی کے موافق علیحدہ ہو جائیں، ساس سسر کی اطاعت کو کسر شان سمجھتی ہیں، خدمت کرنا تو درکنار وہ اپنا کام بھی خود نہیں کرتیں، سوائے اس کے کہ تکیہ لگا کے سوتی یا بیٹھی رہے اور ہر وقت منھ چڑھائے رہے، اور بعض بہوؤں کا یہ بھی طریقہ نزاکت ہے کہ بیماری کا حیلہ کر کے تکیہ سے سر ہی نہیں اٹھاتی کہ میرے سر میں درد ہے، یا چکر آ رہا ہے، غرضیکہ گھر والوں کو پریشان کر ڈالتی ہیں، دوائیں دعائیں سب ہوتی ہیں، مگر سر کا درد یا چکر کسی طرح ہلکا نہیں ہوتا، اور کبھی کبھی تو جن بھوت کا سایا گردانا جاتا ہے، مرد کو ہر طرح سے ناچ نچاتی ہیں اور اس کے ہوش وعقل کھو ڈالتی ہیں، اور کاٹھ کا اُلّو بنا کر کسی کام کا نہیں رکھتیں، اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ میرا شوہر صرف میری ہاں میں ہاں ملاتا رہے، اور ہماری فرمانبرداری کرتا رہے اور جو کچھ ہم کہیں فوراً اس کی تعمیل کرے اور ہر دم ہماری خدمت کے لئے کمر بستہ رہے۔

بہر حال ساس یا بہو دونوں میں سے کسی جانب سے پہل ہو، کمزوریاں دونوں میں ہوتی ہیں، غلطیاں دونوں کی ہوتی ہیں، اگر ساس نے ابتدا کی تو بہو بھی کب تک صبر کرے، بہو کا ساس کے کڑوے بول سن سن کر کلیجہ پک جاتا ہے، انجام کار یہ ہوتا ہے کہ ایک دن بہو بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالنا شروع کر دیتی ہے، اور خوب جم کر دل کی بھڑاس نکالتی ہے، جس کو آج کے دور میں دیکھا جا سکتا ہے، اور یہ عام بات ہے، اور اگر ابتدا بہو کی طرف سے ہو تو ساس گھر کی مختار ہوتی ہے، بہو کا تلخ جواب نہیں سن سکتی، ہاتھ دھو کے چمٹ جاتی ہے، اور تو تو میں میں کا مستقل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، بات بات پر جھڑپ ہو جاتی ہے، اس سے بھی نظام خانہ آبادی خانہ بربادی ہو جاتا ہے، اور خدانخواستہ اگر ساس غالب آ گئی تو بہو کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے، مگر ایسا شاذ ونادر ہوتا ہے، اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بہوئیں سخت خطاوار ہوتی ہیں اور ان کے ہاتھوں سے ساس کو بہت تکلیفیں پہنچتی ہیں، اور خاص کر ایسے موقعوں پر خدانخواستہ ساس بیٹے اور بہو کی دست نگر ہو جائے تو مزید اس وقت تکلیف اور ظلم سہتی ہے، وہی ساس جو کبھی اپنے گھر کی ملکہ تھی بالکل بے اختیار ہو کر رہ جاتی ہے اور بہو بیٹے کا جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں اور غریب وبیکس ساس کو پوچھتے تک نہیں، اور بعض بہوؤں میں یہ بڑی اور قابل نفرت بات ہوتی ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا چڑھا کر شوہر کے سامنے پیش کرتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ساس اور نندوں کی برائی بھی کرتی ہیں، بیچارا شوہر جو اصل معاملے سے واقف نہیں رہتا، ماں بہنوں سے لڑائی کر بیٹھتا ہے، اور پھر الگ ہونے کی نوبت آ جاتی ہے، گھریلو تعلقات کی یہ کمزوریاں اور خرابیاں گھر کو تباہ کر دیتی ہیں، عورتوں میں اخلاقی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

دوسری طرف دیکھئے کہ ساس بھی عورت ہے اور بہو بھی، اس لئے دونوں کو اپنے اپنے فرائض پہنچاننے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے، بہو کا حق یہ ہے کہ ساس کو اپنی ماں کی جگہ تصور کرے، اس کی پوری عزت وتابعداری کرے بلکہ ساس کی تابعداری وخدمت گزاری ماں سے بھی زیادہ کرنی چاہئے، کیونکہ وہ اپنی ماں ہے اور ساس شوہر کی ماں ہے، اسی طرح نندوں کے ساتھ بھی شفقت ومحبت سے پیش آئے، دیورانی جیٹھانی سے حسن اتفاق کا برتاؤ کرے، بہو کو لازم ہے کہ میکے جائے تو سسرال کی برائی ہرگز نہ کرے، جس طرح میکے میں ہر دلعزیز رہتی ہے اسی طرح سسرال میں ہر دلعزیز بنی رہے، اور سچ پوچھو تو اصل تعریف بھی وہی ہے جو میکے اور سسرال دونوں جگہ یکساں ہو اور یہ رویہ حسن اخلاق سے حاصل ہو سکتا ہے، اب ساس کا بھی فرض ہے کہ بہو کو بیٹی کے برابر سمجھے اور اس کے ساتھ نرم اور مادرانہ شفقت آمیز برتاؤ رکھے، اور یہ سمجھے کہ یہ نوعمر لڑکی میری ہی بیٹی ہے، یہ اپنی اصل ماں، باپ اور بھائی بہن سے الگ ہو کر آئی ہے، اب اس کا یہاں ہمارے سوا کون ہے، اگر ہم نے بھی سختی برتی تو پھر یہ کہاں جائے گی......﴿بقیہ صفحہ ۶۸ پر﴾

حضرت مولانا محمد اصغر صاحب قاسمیؒ

یہ مضمون والد صاحب نے حضرت مولانا محمد اصغر صاحب قاسمی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالخالق صاحب مظاہری کی فرمائش پر لکھا تھا، جنہوں نے اپنے والد بزرگوار پر اپنے رسالہ کا خصوصی نمبر ''فیضان اصغر'' کے نام سے نکالا، یہ مضمون اس خاص نمبر میں شائع ہوا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اصغر صاحب قاسمی جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ (ضلع سہارنپور) کے ایک باصلاحیت استاد، ایک کامیاب مدرس، ایک صاحب نسبت بزرگ اور ولی آدمی تھے، علاقہ میں بلاشبہ ان کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھی، مگر انہوں نے اپنی پوری زندگی گمنامی میں گزاری، ان کے متعلق کچھ لکھنا اور کچھ کہنا انہی کے لئے زیادہ مناسب ہے جو ہمیشہ ان کی صحبت میں رہے ہوں، راقم کا ان کے ساتھ قیام تھوڑے ہی دن رہا، مگر ان ایام میں حضرت کی شفقت اور مروت احقر کے ساتھ ایسی رہی جیسا کہ گھر کے کسی فرد کے ساتھ ہوا کرتی ہے، ان کی میرے ساتھ ایسی بے تکلفی تھی کہ جب بھی کوئی بات ان کو پیش آتی تو فوراً راقم کو یاد فرماتے۔

میرے ساتھ صرف پانچ سال رہنا ہوا، مگر ان پانچ سال میں کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی جس سے نفرت کی بو آئے، ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے، چہرہ پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اللہ کے مقرب بندوں میں سے ایک تھے، ان کے اندر صرف تواضع ہی تواضع تھی، کبرو بڑائی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، سلام میں وہ ہمیشہ پیش قدمی کرتے تھے، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی آدمی نے ان سے سلام میں پہل کرلی ہو، کتنے لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے ان سے سلام میں پہل کرنا چاہی؛ لیکن خدا کے اس بندے نے کسی کو کبھی ایسا موقع ہی نہیں دیا، اِلّا یہ کہ مولانا کسی بیماری میں مبتلا ہوں۔

ان کے بارے میں کیا لکھا جائے، بس اس راقم کے ساتھ جو پیش آیا ہے اسی کو لکھنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب راقم کا جامعہ اسلامیہ ریڑھی میں تقرر ہوا، تو وہاں کے منتظمین حضرات نے کہا کہ ماسٹر صاحب اب آپ داڑھی کٹوانا بند کردیں، اور داڑھی رکھنا شروع کردیں، چونکہ اس وقت میرا حلیہ عام نوجوانوں کی طرح تھا، نہ چہرہ پر داڑھی تھی، نہ سر پر ٹوپی، بلکہ جنٹل مین کی طرح حاضر ہوگیا تھا، غرضیکہ سبھوں نے بیک زباں ہوکر یہی جملہ کہا کہ دینی مدارس میں جو بھی ملازم ہوتا ہے وہ باشرع ہوتا ہے، اس لئے آپ بھی آج سے داڑھی رکھنا شروع کردیں؛ لیکن اس بندۂ خدا نے وہ جملہ کہا جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے، مولانا نے فرمایا:

''ماسٹر صاحب! آپ اپنی داڑھی کو دن میں چاہے دس مرتبہ کٹوائیں، ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں، ہمیں تو صرف آپ سے ریاضی کی تعلیم چاہئے'' یہ جملہ میرے لئے ایسا تھا جیسا کہ ایک فرشتہ آسمان سے آکر میری طرف داری کرنے لگا کہ بھائی تم کوئی فکر نہ کرو، بس تم یہاں کے بچوں کو ریاضی کی تعلیم سے آراستہ کرو، اس کے بعد میرے بدن میں کچھ جان سی آئی اور میں نے ایک لمبی سانس لی، اور کہا کہ میرا مسئلہ حل ہوگیا، چنانچہ وہاں میری اس طرح تقرری ہوگئی، اور میں نے اسی دن سے داڑھی بھی رکھنا شروع کردی، اب کیا تھا راقم اپنے مفوضہ امور کو انجام دینے لگا، انہی دنوں سے حضرت مولانا اصغر صاحب سے تعلق میں اضافہ ہوتا گیا، ان سے میرے تعلق کے بارے میں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہوگا کہ جب بھی مولانا کو چائے پینے کی خواہش ہوتی تو فوراً ایک چھوٹی سی پرچی لکھ کر میرے پاس بھیج دیتے تھے، میں فوراً سمجھ جاتا تھا، اور چائے بنا کر ان کے

پاس بھجوادیتا تھا، جیسے ان کے عادات اور اخلاق واطوار تھے ان جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا:

علم میں، حلم میں، انصاف میں، ہر خوبی میں
ہم نے ڈھونڈا، نہیں پایا، ان کے جیسا عالم میں

مولانا محمد اصغر صاحب کے اندر تواضع اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اہل علم کی قدر کرتے تھے، علماء اور بزرگوں کو دیکھ کر اوران سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے، جب بھی کوئی عالم دین ان سے ملنے آتا تو بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے ملتے، اگر کوئی زیادہ چاہنے والا ہوتا تو بیماری کی حالت میں بھی ایسے ہوجاتے جیسے کہ بیمار ہی نہ ہوں، دوسال قبل جب جامعہ اسلامیہ ریڑھی کے سابق مہتمم مولانا محمد عمر صاحب قاسمی حج کے سفر پر جارہے تھے تو جامعہ کے ذمہ داران سے دعا اور ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لے گئے، مولانا کے ساتھ راقم اور مولوی حمید اللہ قاسمی کیرنگری بھی تھے، سب سے پہلے مولانا محمد اصغر صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے، مولانا کی طبیعت کچھ ناساز تھی مگر ہم لوگوں کو دیکھ کر بستر سے یکلخت ایسے اٹھ گئے جیسا کہ ایک تندرست آدمی بستر سے اٹھ جاتا ہے، اس کے بعد ناشتہ میں چائے وغیرہ لائی گئی، تقریباً آدھا گھنٹہ تک باتیں ہوئیں، پھر مولانا محمد عمر صاحب نے کہا اب ہم جارہے ہیں دعا کرا دیجئے، تو مولانا محمد اصغر صاحب نے جامعہ کے نائب مہتمم عزیزم مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب سے درخواست کی، کہ آپ دعا کرادیں، تو قاری عاشق الٰہی صاحب نے دعا کرائی، اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے رخصت ہوگئے، بہرحال اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد اصغر صاحب کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، ان کا زہد وتقویٰ اور مجاہدانہ عزم وعمل ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا، اسلاف کے صحیح وسچے جانشین اور یادگار تھے، صاحب علم وعمل اور صاحب کردار تھے، ان کے اندر جو صفات اور خصوصیات تھیں وہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہیں، وہ اللہ کے ایک خاموش طبیعت ولی تھے، کسی نے مولانا کی ان خوبیوں اور صفت ولی اللہی کو دیکھ کر یہ شعر گنگنایا تھا:

نام اصغر، کام اکبر یہ تھے مولانا اصغر علی
علم جیسا، حلم ویسا، تھے وہ اللہ کے ولی

بہرحال مولانا مرحوم کے کارناموں اور ان کی خوبیوں کو جتنا بھی بیان کیا جائے وہ کم ہے، مولانا کے افکار اور پاکیزہ خیالات، ان کی علمی وعملی جدوجہد، ان کے فکری اعتدال اور ایمانی فراست سے آنے والی نسلوں کو روشناس کرانا، ان کے اہل تعلق اور خدام کا فریضہ ہے، اس لئے ان کے کارناموں کو اجاگر کریں اور ان کے افکار کو اپنے لیے رہنما سمجھیں، یہی چیزیں ہمارے لیے سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں جن کو سنبھالنا ہمارے لیے ضروری ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو غریق رحمت کرے، ان کے درجات کو بلند فرمائے اور وہاں ہر طرح کا عیش وراحت نصیب فرمائے، قبر سے حشر تک ساری منزلیں آسان فرمائے اور اپنے حبیب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حافظ عبدالستار صاحب عزیزی کے متعلق ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کی خصوصی اشاعت کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔

جاوید جمال الدین شیخ

ریزیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ ''صحافت''، ممبئی

رفیق حیات کی جدائی

یہ مضمون والد صاحب نے والدہ مرحومہ کے انتقال پر لکھا تھا، جو راقم کی کتاب والدہ مرحومہ میں چھپا ہوا ہے۔

ہوش ربا واقعہ

میں اس سانحہ، ہوش ربا واقعہ اور حیرت ناک بات کو کمال افسوس سے لکھتا ہوں کہ مورخہ ۲۰/فروری ۲۰۱۲ء بروز پیر میری رفیقہ حیات راہی عالم بقا ہوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون، اس صدمہ سے میرے عقل وہوش بجا نہیں، ہر دم اسی کا خیال، ہر لحظہ اسی کا ملال، ہر طرح اپنے دل کو سمجھاتا ہوں، لیکن ان کے ساتھ دیرینہ رفاقت کا طویل سفر کچھ سمجھنے نہیں دیتا، مگر صبر کے علاوہ انسان کر بھی کیا سکتا ہے، مختار کل، خالق کائنات اپنی ملکیت میں جو چاہے، جب چاہے، جیسا چاہے تصرف کرے، کسی کو مجال دم زدن نہیں، اس کے فیصلے پر تسلیم ورضا اس کے بندوں کا شیوہ ہے۔

حادثہ کے اثرات

اس حادثہ فاجعہ سے ایسا مبتلائے الم ہوا کہ نشتر غم نے جگر کو زخمی کردیا ہے: ؎

دنیا میں کوئی داغ سے خالی جگر نہیں
بے داغ چرخ پر بھی تو روشن قمر نہیں
دنیا نہیں ہے کچھ بھی جو دیکھا بچشم غور
اس پر وہ مبتلا ہیں کہ جن کو نظر نہیں
افسوس کیسے کیسے امیر وفقیر، حکیم وفہیم
دنیا میں پیدا ہوکر، ناپید ہوگئے
موت کا گر ہوتا حکمت سے علاج
کاہے کو مرتا کوئی یونان میں

خصوصیات

سب اہل خانہ حسرت وافسوس میں ہیں، جس اہل تعلق نے سنا، دم بخود ہو کے رہ گیا، کیونکہ ان کی ذات سے خاص وعام کو فائدہ تھا، بڑی بامروت، شفیق، ہمدرد، غمگسار، عابدہ، زاہدہ، صالحہ، صابرہ، شاکرہ اور صوم وصلاۃ کی پابند خاتون تھیں، ہمیشہ اپنی شفقتوں اور احسان مندی سے سب متعلقین کو مسرور کرتی تھیں، خدا ان کو غریق رحمت کرے، واقعی دنیا ایک خواب غفلت ہے، عدم جس کی تعبیر ہے، زمانہ ایک مرقع حیرت، فنا جس کی تصویر ہے: ؎

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک جیئے
جب موت سے آ کر کام پڑا سب قصے قضیئے پاک ہوئے

بہرکیف مشیت ایزدی کے سامنے دم مارنے کی گنجائش نہیں، کیونکہ کل کاموں کا فاعل وہی ہے۔

افسوس بسا ہوا گھر اجڑ گیا، سنسان ہو کا مکان ہوگیا، سچ ہے کہ دنیا رنج والم کا مقام ہے، جس راہ وہ گئی، ہم کو بھی درپیش ہے، بس معاملہ تقدیم وتاخیر کا ہے، بجز موت کے چارہ نہیں، دم مارنے کا یارا نہیں۔

باقیات الصالحات

مرحومہ نے اپنے پیچھے دو لائق بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں، جو اس کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، چونکہ سب اس کے لیے دعاؤں کا اور ایصال ثواب کا اہتمام کرتے ہیں، قرآن شریف پڑھتے ہیں، اس لئے سب اس کے باقیات الصالحات ہیں، اللہ ہم سبھوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

مکتوبات عزیزی

یہاں والد صاحب کے وہ خطوط پیش کئے جارہے ہیں جو انہوں نے مختلف اہل تعلق کو مختلف موقعوں پر تحریر فرمائے اور یہ ان کے رجسٹر میں محفوظ تھے، ایک خط وہ بھی ہے جو جناب ندیم راعی صاحب نے والد صاحب کو لکھا تھا، اخیر میں تین خطوط قریب کے دور کے ہیں، ایک ڈاکٹر یاسین صاحب کو لکھا ہوا، اور دو تعزیتی خط ہیں۔

یہ خط والد صاحب نے جناب بابو بشیر احمد صاحب سابق ایم ایل اے کیرانہ کو جمعیۃ الراعین کا صدر بننے پر مبارک بادی کے لئے لکھا تھا

(۱) محترم المقام جناب قبلہ صدر اعلی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حلقہ مظفر آباد ضلع سہارنپور کے راعین برادری کو یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ موجودہ راعین برادری کے صدر اعلی جناب بابو بشیر احمد صاحب مدظلہ سابق ایم ایل اے منتخب ہوگئے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ برادران راعین نے گو بہت دیر بعد سہی لیکن اس جانب توجہ دی ہے، میرا یقین کامل ہے کہ اگر جمعیۃ الراعین کے اندر موثر تنظیم قائم ہوجائے اور افراد قبیلہ صحیح معنوں میں متحد ہوجائیں تو صوبائی اسمبلی اور پارلیمنٹ میں بھی ہمارے نمائندے بہ آسانی جاسکتے ہیں، اور برادری کے لئے حکومت وقت سے بھی تمام تر امداد و رعایتوں کو حاصل کرسکتے ہیں، بہرحال میں آپ کی کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ آپ برادری کے مسائل کو حل کرنے میں پوری پوری مدد دیں گے، اور اپنے بھائیوں کی تعلیمی، سماجی اور معاشی پستی کو ہر ممکن طریقے سے دور کرنے کی کوشش کریں گے، یقین جانئے اگر ہمارے محترم صدر صاحب اپنے برادران کے لئے خلوص دل سے کام آئے اور ان کو ہر ممکن راحت پہنچائی اور ان کی تعلیمی سماجی اور معاشی پسماندگی دور کرنے میں مدد دی تو پھر آپ کی خدمات اور برادری کی محبت اور تعاون آپ کے لئے راہ ہموار کرسکتی ہے۔ فقط والسلام

کارلائقہ سے مطلع کیجئے!

۸۶/۱۰/۲۳ء آپ کا عبدالستار رعینی

(۲) جناب صدر محترم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۰/نومبر ۱۹۸۶ء کو ایک تہنیتی خط ارسال کیا تھا، بہت ممکن ہے مل گیا ہوگا، اور ساتھ ساتھ یہ بھی تحریر کیا تھا کہ برادری سدھار قواعد وضوابط آپ نے جو تیار کئے ہیں، ایک کاپی احقر کے نام بھیج دیجئے، مگر افسوس نہ ہی تو کاپی آئی اور نہ ہی کوئی جواب موصول ہوا۔

لہٰذا مکلّف ہوں کہ ایک کاپی برادری سدھار قواعد وضوابط بھیج کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، ممنون ہوں گا، فقط والسلام

کارلائقہ سے مطلع کیجئے۔

۲۷/نومبر ۱۹۸۶ء آپ کا عبدالستار

(۳) یہ خط والد صاحب نے ڈاکٹر پرویز صاحب کو برادری سے متعلق ایک رسالہ کے اجراء کے مشورہ کے جواب میں تحریر کیا تھا

منبع محاسن اشفاق
ڈاکٹر پرویز احمد صاحب حسن پور لوھاری

سلام مسنون!

میں آپ کی عنایت کا بدل شکر گزار و سچی وفاداری کا قائل ہوں، میں نے آپ کو ایک خاص امر کے واسطے رفاہ عام میں تکلیف دی تھی، آپ نے اس کو قبول فرمایا، اگرچہ آپ کو ہمت بندھانے و جرأت دلانے کی کچھ حاجت نہیں، آپ محتاج نصیحت کے نہیں؛ کیونکہ خود پختہ مزاج ہیں، مگر میں چاہتا تھا کہ دوسرے ایک امر خاص رفاہ عام میں مشورہ دیکر داخل ثواب ہوں، مگر وہ آپ کے دماغ وخیال میں پہلے ہی سے آچکی ہے، میں نے آپ کے مضمون کو بغور پڑھا۔

اس نیازمند کو آپ کے تعمیل ارشاد میں کہ جس میں فلاحیت بندگان خداوثواب عقبیٰ متصور ہوکسی طرح عذر نہیں بلکہ عین بخت کی بلندی سمجھ کر اس پر آپ کی عنایت کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہوئے ملتمس ہے کہ کار لائقہ سے بلا تامل یادوشاد فرماتے رہئے کیونکہ آپ کو قوم سے محبت وہمدردی ہے، اس لئے نہایت خوشی سے آپ کے فرمانے کی دامے درمے قدمے سخنے تعمیل کروں گا، یہ تو آپ نے میرے جی لگتی بات سوچی، نیک صلاح کا کیا پوچھنا، بسم اللہ کام شروع کیجئے، نیز آپ کی ملاقات کا نہایت مشتاق ہوں، بندہ کو ممنون مشکور فرمائیے، بچوں کو دعا پیار۔

آپ کا عبدالستار

یکم دسمبر ۱۹۸۶ء برانچ پوسٹ ماسٹر نعمت پور

(۴) میرے محسن

ڈاکٹر محمدیاسین صاحب حسن پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند جملے خدمت میں عرض کررہا ہوں، اس سے قبل آپ کی عافیت معلوم کرنا بھول گیا، ناراض نہ ہوجانا، کیونکہ زمانہ حال میں اکثر ایسے اشخاص موجود ہیں جن کا طریقہ تحریر، نوشتہ یہی ہے، گو آج کل کے فیشن میں یہ طریقہ متروک سا ہوگیا، خیر معاف فرمانا، ان دنوں آپ کا مزاج کیسا ہے، امید ہے کہ آپ تندرست ہوں گے، اس سے قبل آپ کی خدمت میں کئی عریضے ارسال کرچکا ہوں، تاہنوز جواب سے محروم رہا، چونکہ میری طبیعت کا میلان آپ سے زیادہ تر ہے، یہ خداداد چیز ہے، اس میں کسی کا کوئی بس نہیں ہے، چونکہ آپ کی عادات وحسن اخلاق نے تمام خاص وعام میں ایسی ہردلعزیزی پیدا کی ہے کہ شرح اس کی حد بیان سے خارج ہے، اللہ یوماً فیوماً بہ صحبت جسمی آپ کی عمرواقبال میں ترقی فرمائے۔

بندہ آپ کی ملاقات کا نہایت مشتاق ہے، بچوں کو دعا پیار، احباب کی خدمت میں سلام عرض کردیجئے، جواب کا منتظر رہوں گا۔

۳/مارچ ۱۹۸۷ء آپ کا عبدالستار مظفری

برانچ پوسٹ ماسٹر نعمت پور

(۵) توجہ فرمائیے برحال مخلصاں

ڈاکٹر پرویز صاحب

سلام مسنون

عرصہ سے سوچ رہا تھا کہ خط لکھوں، مگر بوجہ عدیم الفرصتی نہ لکھ سکا۔

ابھی تک جناب نے برادری کے جذبات سے متعلق کوئی بھی جانکاری نہیں کرائی، راعی نگلہ کی پنچایت سے کچھ تعلیمی سماجی ومعاشرتی حالات میں تبدیلیاں ہوئیں ہیں یا نہیں؟ کیا اچھا ہو کہ پوری تفصیل کے ساتھ حالات سے آگاہ کریں، اگر آپ اپنے جذبات کو لیکر برادری کے اندر گھس جاؤ گے اور ان کی کمزوریوں سے آگاہ کرتے رہوگے اور ہر ہر موضع، قصبہ، ضلع میں جاکر قربانی دوگے، تو انشاءاللہ قوم کے ہیرو بن جاؤ گے، برادری آپ کو سرآنکھوں پر جگہ دے گی، آپ کامیاب ہوجاؤ گے، مگر اس جدوجہد میں خون پسینہ ایک کرنا پڑے گا، وقت کا، دولت کا، خون کرنا پڑے گا، تب کہیں جاکر خدمت سے عظمت ملے گی۔

ہمت مرداں مدد خدا

عبدالستار

(۶) محاسن اشفاق بھائی

ڈاکٹر محمدیسین صاحب پرویز

سلام مسنون

خدا کرے آپ بعافیت ہوں، آپ کا ۲۶/نومبر ۱۹۸۶ء کا ارسال کردہ فرمودہ اس ناچیز کی نظروں سے آج ۱۱/فروری ۱۹۸۷ء گزرا، بار بار پڑھتا رہا، اور ۵/۶/اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہونیوالی راعی نگلہ میٹنگ کا نقشہ بھی دماغ میں گھومتا رہا، افسوس مظفرنگر وضلع سہارنپور کی راعین برادری آج ان وعدوں کو جو قرآن اور حدیث کی روشنی میں قسم کھا کر ہم سے کئے تھے ان کو بھول گئی، مجھے تعجب ہے ان پڑھے لکھے وکیلوں، ڈاکٹروں اور دانشوروں پر جو اپنے اپنے بیان میں فخر کے ساتھ وہ الفاظ ادا کررہے تھے جن کا کبھی گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا، آپ نے اپنے خط

میں لکھا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ برادری کے معزز افراد اور خاندانوں کی تفصیلی ڈائریکٹری شائع کرائی جائے، بہت ممکن ہے کہ آپ نے اس کی تیاری کر لی ہوگی۔

(۷) توجہ فرمائیے برحال مخلصاں
بابو مبین احمد صاحب منگلور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نام راعین برادری کی مجلس قانون ساز کے اراکین میں شریک ہے، امید کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے قصبہ اور علاقہ کے راعین برادری کی ممبر سازی کی لسٹ تیار کر لی ہوگی، اگر ابھی تک کوئی میٹنگ نہیں بلائی تو آپ کو زحمت دوں گا کہ اپنے علاقہ کے سبھی گاؤں کی میٹنگ بلا کر ممبر سازی کی کاپی تیار کر کے احقر کے نام روانہ کر دیجئے۔

آپ کا مکان میرے گاؤں سے متصل ہونے کے باوجود اتفاق حاضر ہونے کا نہ ہوا، مجھے نہایت خجلت اس بات کی ہے کہ دوسرے اراکین ومنتظم صاحبان کیا فرماتے ہوں گے، یہ کام بہت جلدی کرنا ہے، پورا کام ہونے پر ضلع کی ایک میٹنگ کسی بھی جگہ بلا کر اپنے ضلع کا صدر، سکریٹری اور خازن کا انتخاب کر لیا جائے گا، یہ ناچیز آپ کی ملاقات کا نہایت مشتاق ہے، بندہ کو ممنون ومشکور فرمائیے، کارلائقہ سے مطلع کیجئے، بچوں کو دعا پیار، احباب کی خدمت میں سلام عرض کر دیجئے۔

آپ کا

عبدالستار رعینی مظفری ۸/دسمبر ۱۹۸۶ء

برانچ پوسٹ ماسٹر نعمت پور

(۸) یہ خط والد صاحب نے مولانا رفیق احمد صاحب کو تھانہ بھون ایک خط کے جواب میں لکھا تھا:

محترم جناب بھائی رفیق احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا تحریر کردہ فرمودہ مورخہ ۱۳/جنوری ۱۹۸۹ء کو شرف صدور لایا معزز وممتاز فرما کر کاشف حالات ہوئے، محترم بھائی حافظ توثیق احمد صاحب ومولانا جمیل احمد صاحب کی یاد فرمائی کا شکریہ، میرا بھی سلام ان تک پہنچا دیجئے ممنون ہوں گا۔

یہاں پر بارش بہت اچھی ہوگئی ہے، اور سردی پورے شباب پر ہے، باقی حالات قابل اطمینان ہیں، جناب نے تھانہ بھون بلانے کے لئے لکھا ہے، تعمیل ارشاد میں کوئی عذر نہیں، خادم کے دل میں آپ کے جذبات کا جو احترام ہے، وہ تحریر کرنے کے لئے الفاظ تلاش کرنا میری استطاعت سے باہر ہے، باقی جس پروگرام کے تحت جناب نے یاد کیا، اس کے لئے میرا خیال اور اخی الاعظم جناب حکیم نذیر صاحب کا مفید مشورہ یہ ہے کہ دہرہ دون چودہری فضل الرحمٰن صاحب سے ہی اگر رابطہ قائم کر لیا جائے تو بہت ہی بہتر ہوگا، چونکہ وہاں ہر چیز آپ کے سامنے ہے، سب سے پہلے خاندان بہت اچھا ہے، شہری ماحول ہونے کے باوجود اخلاق بہت وسیع ہیں، دوسرے لڑکی تعلیم یافتہ انٹر میڈیٹ FA خوبصورت خوب سیرت جوان تندرست پردہ نشین ہے، یہ سب چیزیں شاید آپ کو کہیں اور نہیں ملیں گی، لڑکے کے حساب سے رشتہ بہت مناسب ہے، میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا ہوں۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

علی ہذا القیاس آپ اس خط کو پڑھ کر علیحدگی میں ٹھنڈے دل سے آپا رابعہ سے مشورہ کرو، سوچو سمجھو، دنیا کے دھوکے وفریب سے بچنے کے لئے اللہ کے بھروسے پر نتیجہ اخذ کر کے فوراً یہاں آ جاؤ، اور دھرہ دون حکیم جی بھی چلے جائیں گے، انشاء اللہ اگر زندگی نے وفا کی اور وقت نے ساتھ دیا تو کبھی ختم نہ ہونے والی ملاقاتوں کا ایک ایسا سلسلہ اپنی زندگی میں قائم کرو گے جو بہت ہی خوشگوار ہوگا، اگر ایسا خدا کرے، ہو جائے تو آپ ہمیشہ اپنی خوش نصیبی پر ناز کرو گے، باقی عند الملاقات، بچوں کو دعا پیار، جواب کا منتظر رہوں گا۔

۱۴/جنوری ۱۹۸۹ء عبدالستار

برانچ پوسٹ ماسٹر نعمت پور

(۹) یہ خط والد صاحب نے حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کو لکھا تھا، مولانا کے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جارہا ہے، کہ انہوں نے بڑی حفاظت سے اس کو اپنے پاس سنبھال کے رکھا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مھربان محبت نشان زادت محبته

میں آپ کی عنایت کا بدل شکر گزار و سچی وفاداری کا قائل ہوں، میں نے آپ کو ایک خاص امر کے لئے تکلیف دی، آپ نے اس کو قبول فرمایا، بشرطیکہ خاطر عالی کو گراں بار نہ ہوا ہو، اگر چہ آپ کو ہمت بندھانے وجرأت دلانے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ آپ محتاج نصیحت کے نہیں، خود پختہ مزاج ہو، آپ نے بدیں وجاہت ولیاقت وامارت وجلالت مجھ جیسے ناچیز سے مشفقانہ تعلق، سلسلہ محبت وارتباط دلی کو قائم رکھا، خدا آپ کو سلامت رکھے اور اس سے اعلیٰ رتبہ پر پہنچادے، باقی اس ناچیز کو دعاؤں میں یادرکھتے رہئے، جواب کا منتظر رہوں گا، حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں سلام پہنچادیجئے۔

۴/نومبر ۱۹۹۵ء عبدالستار

(۱۰) یہ خط والد صاحب نے جناب ندیم راعی صاحب ایڈیٹر پندرہ روزہ ''آئینہ راعین'' کو اپنے ایک مضمون کی اشاعت کیلئے لکھا تھا

مشفق وشفیق جناب بھائی ندیم صاحب

ایڈیٹر آئینہ راعین، مرادآباد

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، مذکورہ بالا مضمون ارسال خدمت ہے، آئینہ راعین میں جگہ دیگر مشکور فرماویں، اور ۱۶/جنوری کا شمارہ ابھی تک موصول نہیں ہوا، خدارا جلد بھیجنے کی مہربانی فرماویں، اور یکم جنوری کا شمارہ آج ہی ملا، اتنی دیر سے آپ آئینہ راعین کو کیوں بھیجتے ہیں، مجھے انتظار رہتا ہے۔ فقط والسلام

عبدالستار مظفری

۲۸/جنوری ۱۹۸۸ء برانچ پوسٹ ماسٹر نعمت پور

(۱۱) یہ خط جناب ندیم راعی صاحب ایڈیٹر ''آئینہ راعین'' مرادآباد نے والد صاحب کو لکھا تھا

محترم المقام جناب عبدالستار صاحب

سلام ونیاز!

محترم بخشی صاحب سہارنپور سے معلوم ہوا کہ وقتاً فوقتاً آپ حضرات اس ناچیز کا تذکرہ کرلیتے ہیں، اور آئینہ راعین کے زبردست مداح ہیں، بلاشبہ آئینہ راعین، رابطہ کا ایک اہم آرگن ہے، اس کی اہمیت اور افادیت اس ناخواندہ برادری کیلئے سوالیہ نشان ہے، جمود کی شکار اس برادری نے ہمیشہ تعمیری کاموں میں تخریب کاری کا عمل کیا ہے، لیکن آپ جیسے اہل علم حضرات نے ان تعمیری کاموں میں نہ صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، بلکہ دیوانگی کی حد تک معاونت کی ہے، دوسروں کو متعارف کرایا ہے۔

اخبار کسی بھی قوم کے وجود کا ایک واحد ثبوت ہے، اخبار زندہ قوموں کی نشانی ہے، انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر بڑی کامیابی کی پشت پر اخبار رہا ہے، راعین برادری احساس کمتری کے موذی مرض میں مبتلا ہے، اس موذی مرض کا مداوا صرف اور صرف اخبار ہی ہے، جو احساس کمتری کے گہرے غار سے باہر نکالتا ہے، اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے، معلومات کا بیش بہا خزانہ فراہم کرتا ہے، گویا کہ نئی زندگی اور نئے اور انوکھے طرز عمل دیتا ہے، ہندوستان سے لگ بھگ ۱۷۵۷۴/اخبارات مختلف زبانوں میں شائع ہوتے ہیں، لیکن افسوس کسی میں بھی ہندوستان کی چار کروڑ پر بنی راعی برادری کے کسی شخص کا کوئی ذکر نہیں آتا، لیکن کم ازکم آئینہ راعین ایک ایسا اخبار ہے جو اپنے اسلاف کی شخصیات کا تذکرہ کرتا ہے، برادری کے مسائل کو پیش کرتا ہے، موت اور زیست کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

گو میرا مطالعہ اور میری تعلیم اتنی نہیں کہ برادران راعین کی ترجمانی بذریعہ آئینہ راعین کرسکوں، لیکن اس کے باوجود مجھے یہ ذمہ داری نبھانی پڑرہی ہے، اور میں اس میں کتنا کامیاب ہوں، اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے، بلاشبہ اخبار میں بہت سی اغلاط ہوتی ہیں، امید ہے جسے

آپ نظر انداز کرتے ہیں، میں اپنی بات اس شعر پر ختم کرتا ہوں، اور افسوس کا اظہار کرتا ہوں کہ آپ سے ملاقات نہ ہوسکی، اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ جلد ملوں گا، اگر ہوسکے تو کبھی غریب خانہ پر تشریف لاکر شکریہ کا موقعہ دیں۔

زمانہ لاش سمجھ کر دفن نہ کر دے کہیں
سانس جب تک ہے کروٹ بدلتے رہیے

تشنہ ملاقات:

۲۲/جون ۱۹۸۸ء ندیم راعی پندرہ روزہ آئینہ راعین، مراد آباد

(۱۲) مندرجہ ذیل خط والد صاحب نے ڈاکٹر محمد یٰسین صاحب کو اس وقت لکھا جب مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد کے دو نمائندے تحصیل زر کے لئے وہاں گئے اور ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔

مکرمی ومحترمی
جناب ڈاکٹر محمد یسین پرویز راعینی

حسن پور، لوہاری، مظفر نگر (یوپی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ! الحمد للہ ہر طرح عافیت ہے، خدا کرے مزاج سامی بھی بعافیت تمام ہوں، عرض یہ ہے کہ بندہ نے اپریل کے مہینے میں اپنے مدرسہ کے دو نمائندوں کو آپ کے پاس بھیجا تھا، لیکن سوئے اتفاق آپ سے ان کی ملاقات نہ ہوسکی، آپ کے حکم کے مطابق میں نے مارچ اور اپریل کا شمارہ ایک ساتھ بھیجا تھا جو آپ کو مل گیا تھا، رسالہ پر آپ کا زبانی تبصرہ نہایت فصیح وبلیغ انداز میں تھا، مجھے یقین ہے کہ اگر آپ جیسے خداترس اس رسالہ کیلئے دعا کردیں تو یقیناً اس رسالہ کے ساتھ ساتھ ہم تمام کارکنان مرکز کیلئے فخر وسعادت کی بات ہی نہیں بلکہ توشۂ آخرت بھی ہے۔

سردست آپ کی خدمت میں جون/جولائی کا شمارہ بھیجا جارہا ہے، موصول ہوتے ہی اطلاع کیجئے گا، اور یہ بات حقیقت ہے کہ اس فانی دنیا میں کسی کو ٹھہرنے اور دل لگانے کی قطعاً ضرورت نہیں، مگر یہ آدم زاد بہت ہی گیا گزرا ہے کہ وہ اس دنیا کو اپنے گلے لگانے میں رات دن ایک کئے ہوئے ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ جب تک اس فانی دنیا میں رہے تب تک اپنی آخرت کی فکر میں لگا رہے، اس کی ایک ہی سبیل ہے جو انسان دنیا سے منہ موڑ سکے، وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اور مدارس ومکاتب کا خیال رکھیں کیونکہ یہ دین کے وہ مضبوط قلعے ہیں، جہاں پر قال اللہ وقال الرسول کی رٹ لگائی جاتی ہے، اس لیے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمارے مرکز کا خاص طور سے خیال رکھیں اور اپنی عنایت کا حصہ بنائیں، چونکہ اللہ تعالی نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے، صرف خرچ کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں تا دیر قائم ودائم رکھے، مرکز کے تمام کارکنان آپ کیلئے دعا گو ہیں، اللہ تعالی آپ کو آپ کے جملہ متعلقین کو دین ودنیا کی بھلائی نصیب فرمائے، بقیہ سب خیریت ہے، بندہ بھی دعاؤں کا محتاج ہے، دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔ والسلام

۲۲/۶/۲۰۱۱ء عبدالستار عزیزی

مدیر انتظامی ماہنامہ نقوش اسلام، مظفر آباد، سہارنپور

(۱۳) جناب ماسٹر بشیر احمد صاب لوہاری کی اہلیہ کی وفات پر والد صاحب نے ان کو تعزیتی خط تحریر فرمایا:

مکرمی ومحترمی ومحب قلب
جناب ماسٹر بشیر احمد صاحب

حسن پور، لوہاری، ضلع مظفر نگر (یوپی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ! الحمد للہ ہر طرح عافیت ہے، خدا کرے مزاج سامی بھی بعافیت تمام ہوں۔

آج مورخہ ۱۳/اپریل ۲۰۱۲ء کو اپنی بڑی ہمشیرہ ''شکوری'' کی زبانی آپ کی شریک حیات کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم ہوئی، بہت افسوس اور قلبی رنج ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اگرچہ یہ غم وہ غم نہیں جو دل سے مٹ جائے، بلکہ شریک حیات کی جدائی کا غم تاعمر رہتا ہے، لیکن بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں، بس آپ

رضائے مولی از ہمہ اولی تصور کرکے صبر کریں، مرضی مولی میں اختیار نہ آپ کا اور نہ ہمارا، اور نہ مشیت ایزدی میں دم مارنے کا یارا، موت حاصل زندگانی ہے، ایک دن سب کو آنی ہے۔

حرف بقاء جاودانی کسی کے نامہ زندگانی میں تحریر نہیں ، وقت مقرر ہے، بقاء بجز ذات خدا دوسرے کو کہاں ہے، بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں، اس کے کارخانہ میں کسی کا اجارہ نہیں، میرے برادر مرنے کا تو وہ غم کرے جو آپ نہ مرے:

کسی کی مرگ پرائے دل نہ کیجئے چشم تر ہرگز
بہت سا روئے جو اس جینے پر مرتے ہیں

قصبہ ہذا میں ان کا دم غنیمت تھا، یقیناً وہ بہت ہی خوش مزاج ، ملنسار وخلیق اور صوم صلاۃ کی پابند خاتون تھیں، رشتہ دار عزیز واقارب ان کے مداح تھے، سچ ہے:

دنیا نہیں ہمیشہ کسی کی قیام گاہ ❁ جو ہے یہاں وہ تیر قضا کا نشانہ ہے

مرحومہ اعلی خاندان کی بیٹی تھی اور اعلی خاندان کے ہر دلعزیز آپ جیسے نوجوان سے منسلک بھی ہوئیں، اللہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ، مرکز کے تمام کارکنان آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں ، بقیہ سب خیریت ہے، بندہ بھی دعاؤں کا محتاج ہے، دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔

ہم نے اس ہستی میں رہ کر یہ اٹھائے رنج وغم
جو روانہ ہو گئے ، سوئے عدم اچھے رہے

والسلام

۲۰۱۲/۴/۱۳ء عبدالستار عزیزی

مدیر انتظامی ماہنامہ نقوش اسلام، مظفر آباد، سہارنپور

(۱۴) یہ تعزیتی پیغام والد صاحب نے حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری سابق مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور کی وفات پر جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی کو ارسال کیا تھا:

مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انسانی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ آتا ہے، جس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں اور جس میں کسی مذہب وملت اور قوم ونسل کی تفریق نہیں یعنی موت کا ناگزیر مرحلہ جس سے ہر نفس کو گزرنا ہے، اسی مرحلہ سے قوم وملت کے خادم حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری کو بھی گزرنا پڑا، جس سے وہ اپنے رب کو سدھار گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شرافت کے پیکر، ملت کے مایہ ناز عالم ،طلباء عزیز کے ہر دلعزیز استاد، قرآن وحدیث کے شیدائی ، جامعہ کاشف العلوم کے مہتمم، شعلہ بیان مقرر اور اسلام کے سچے عاشق کو بالآخر موت نے آکر آواز دیدی جنھوں نے سردی وگرمی میں پیدل سفر کرکے ''کاشف العلوم'' کے لئے غلہ فراہمی کی ہے، آنکھوں دیکھا حال ناچیز بیان کررہا ہے کہ ایک دن قصبہ تھانہ بھون سے ایک ایک دانہ اکٹھا کرکے تلملاتی دھوپ اور شدید گرمی، مئی کا مہینہ سورج پورے شباب پر گیہوں کا ایک بورہ ٹرک پر چڑھا رہے تھے، راقم نے یہ حالت دیکھی تو رہا نہیں گیا بے ساختہ زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ جو طلباء عزیز کے لئے جان قربان کردے، اور ایسی سخت حالت میں بھی طلباء کے کھانے کا بندوبست کررہا ہو وہ کیونکر اللہ کا محبوب نہیں ہوسکتا، یہی وہ لوگ ہیں جو صدیقین اور صالحین کے زمرے میں آتے ہیں، حضرت کی قربانیوں سے سبھی اہل تعلق واقف ہیں، صرف ایک دفعہ عینی مشاہدہ ہوا جو یہاں نقل کردیا گیا، بہرحال حضرت کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، ماہنامہ ''نقوش اسلام'' اور جملہ کارکنان لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں، اللہ تعالی مرحوم کو جنت میں جگہ عنایت فرمائے۔آمین

آج بھی لاکھوں کروڑوں ہیں تجھے چاہنے والے
جو دیتے ہیں دعائیں تجھے اب بھی صبح وشام

آپ کا شریک غم

۲۱/اپریل ۲۰۱۲ء عبدالستار عزیزی

مدیر انتظامی ماہنامہ نقوش اسلام، مظفر آباد

شذرات عزیزی

والدصاحب ۴؍۵؍اکتوبر ۱۹۸٦ء میں نگلہ راعی مظفرنگر میں ہونیوالی کانفرنس میں جمعیۃ الراعین کے جنرل سکریٹری بنائے گئے، اس کے بعد انہوں نے جوکوششیں کیں، اس سلسلہ میں ان کی ہمیں بعض تحریریں ملی ہیں، وہ یہاں درج کی جارہی ہے، ایک غزل بھی والدصاحب کی کہی ہوئی ملی اور ایک دعا جورات میں اپنے رب سے کرتے تھے، یہ دونوں وفات کے وقت ان کی جیب میں تھیں، یادگار کے طور پر ان کو بھی نقل کیا جاتا ہے:

کارروائی نمائندہ جمعیۃ الراعین، راعی نگلہ

زیراہتمام حافظ محمد فرقان اسعدی (جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء یوپی) راعی نگلہ، ضلع مظفرنگر۔

مورخہ ۴؍۵؍اکتوبر ۱۹۸٦ء بروز بار، اتوار بوقت شام بعدنمازعصر، بمقام راعی نگلہ، لب سڑک باغ۔

آغاز: قاری محمد عابد متعلّم مدرسہ بیت العلوم پپلی مزرعہ کی تلاوت کلام پاک سے میٹنگ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔

افتتاح: صدرمحترم جناب بابوبشیراحمد صاحب نے راعین برادری کے اس نمائندہ اجلاس کا افتتاح اپنی نہایت بصیرت افروز اور ولولہ انگیز مختصر تقریر سے فرمایا، ان کے بعد جناب حافظ محمد فرقان اسعدی صاحب نے خطبہ صدارت پڑھ کر قوم کے بزرگوں اور معزز ہستیوں کے نام سے روشناس کرایا، اور اپنے پرانے علماء کرام کے عظیم کارناموں کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ آج بھی ہماری برادری میں بزرگوں اور علماء کرام کی معزز ہستیاں موجود ہیں۔

جن میں حضرت مولانا قاری ارشاداحمد صاحب گنگیرو، حضرت مولانا محمد خالد صاحب کیرانہ، مولانا عبدالستارصاحب شیرپوری (بوڑیہ) مولانا محمد الیاس صاحب مہتمم مدرسہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، مولانا نذیر احمد صاحب مظفری، مولانا ریاض احمد صاحب مظفری، مولانا محمد یامین صاحب جلال آباد، مولانا نذیر احمد صاحب جانسٹھ، حافظ شریف احمد صاحب مہتمم مدرسہ انوارالقرآن نعمت پور وغیرہم، جو قوم کو اپنی جامع تقاریر سے مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔

بعدہ ماسٹر عبدالستار عزیزی مظفری نے اپنا ایک مقالہ ''نیا شگوفہ'' کے عنوان سے برادری کے سامنے پڑھا، جس میں انہوں نے راعین برادری کی مجموعی آبادی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ قوم ملت اسلامیہ کا ایک حصہ ہے، اور راعین برادری کی تنظیم کا اصل مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ اس قوم میں پسماندگی کی متعدد وجوہات میں ناخواندگی سب سے اہم وجہہ ہے۔

تجویز: ڈاکٹر لیٔیین پرویز صاحب نے بگڑے ہوئے معاشرے پر روشنی ڈالتے ہوئے برادری کی غلط رسومات کو ختم کرنے پر زور دیا، اور گیارہ تجاویز کا مشورہ دیا جس کو اتفاق رائے سے سب نے منظور کیا۔

تائید: ارشد راعی ومہتاب وکیل، مولانا نذیر احمد صاحب، مولانا عبدالستار صاحب، مولانا محمد خالد صاحب، مولانا محمد الیاس صاب، حافظ شریف احمد صاحب نے تقریریں کیں اور قاری ارشاد صاحب نے سب تجاویز پر قرآن وحدیث کی روشنی میں عوام کو سمجھایا، پھر مجمع نے ان تجاویز کی بھرپور تائید کرتے ہوئے پوری طرح اس پر اتفاق کیا کہ صدر کا انتخاب کرلیا جائے، صدر کے انتخاب کے لئے جناب دیوان ابراہیم صاحب جلال آباد نے بابوبشیراحمد صاحب کا نام پیش کیا اور اتفاق رائے سے انکو صدر منتخب کرلیا، نائب صدر کا انتخاب ابھی تک نہ ہوسکا، دستور ساز کمیٹی کی تشکیل، مجلس شوری کا انتخاب نامکمل ہے، اللہ تعالی ہم سبھوں کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

۵؍اکتوبر ۱۹۸٦ء — عبدالستار مظفری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج واقعہ بتاریخ ۴/۵/ اکتوبر ۱۹۸٦ء بروز بار/ اتوار جمعیۃ الراعین کی ایک میٹنگ مظفرنگر وسہارنپور منعقد ہوئی جس میں اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں:

(۱) ہم برادران راعین اپنے چھ سالہ بچے کو دینی و دنیاوی تعلیم دلائیں گے۔

(۲) منگنی کے وقت کالین دین نہیں ہوگا، چڑھاوا کوئی نہیں ہوگا۔

(۳) بارات میں لڑکے والا ۲۵/ باراتیوں سے زیادہ نہیں لے جائیگا، لڑکے والا بری میں ۲/تولہ سونا اور دس تولہ چاندی سے زیادہ نہیں چڑھا سکے گا، اور پانچ جوڑے سے زیادہ نہیں ہوں گے، اور افضل ایک ہی ہے۔

(۴) جہیز کے دکھاوے پر پوری پابندی ہوگی، جہیز میں اسکوٹر، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ، وی سی آر، نہیں دیا جائے گا، برادری کا سب سے معزز شخص وہ ہوگا جو کم از کم جہیز دے گا، دسہری و چالا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے یہ دونوں رسمیں ختم کردی گئی ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ منڈھا بھی ختم کردیا گیا ہے۔

(۵) لڑکی والا فی گھر ایک آدمی کو دعوت دے گا، بشرطیکہ گنجائش ہو، اور بارات دن کے دن ہی واپس ہوگی، بارات میں عورت کوئی نہیں جائے گی، عورتوں کی دعوت قطعاً بند ہوگی، اپنے خاندان کی عورتوں کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔

(٦) طلاق: طلاق دینے والا طلاق دینے سے پہلے مرکزی کمیٹی سے رجوع کرے گا۔

(۷) برادری کی کوئی عورت کھیت میں مزدوری کرنے نہیں جائے گی اور پردے کی پابندی سختی سے کی جائے گی۔

(۸) بھات: بہن کی امداد کرنا ہے، تو بھائی بلا کسی نمائش کے دو چار دن پہلے کردے، بوقت رخصت بارات ملائی بالکل نہیں کی جائے گی۔

(۹) گانا بجانا اور باجہ وغیرہ شادی میں بند ہے۔

(۱۰) لڑکے کو ہر قسم کا زیور دینا بند ہے۔

(۱۱) کوئی عورت بغیر اپنے مرد کے باہر سفر نہیں کر سکتی۔

آج مورخہ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۸٦ء کو مظفری میں برادری سدھار ایک میٹنگ زیر صدارت جناب حاجی علی حسن صاحب ہوئی، جس میں اتفاق رائے سے فلاح و بہبود اور اتحاد قومی کو مضبوط کرنے نیز برادری میں تعلیمی رجحان کا جائزہ لینے کیلئے ٦/حضرات پر مشتمل ایک ایڈہاک کمیٹی چنی گئی، اتفاق رائے سے نذیر احمد نے عہدیداروں کے نام پیش کئے:

(۱) ماسٹر عبدالستار	صدر
(۲) جناب حاجی علی حسن صاحب پردھان	ممبر
(۳) جناب حاجی اصغر علی صاحب	//
(۴) جناب نذیر احمد صاحب	//
(۵) جناب عبدالغفار صاحب	//
(٦) جناب اختر علی صاحب	//

اس میٹنگ کے بعد اصل دفتر کو مندرجہ ذیل خط کے ذریعہ اطلاع دی گئی:

بندہ نے قومی اصلاحی تحریک و تنظیم کے لئے ہر گاؤں میں جا کر پنچایتی نظام کی بنیاد ڈالنی شروع کردی ہے، عنقریب ہی انشاء اللہ تعالیٰ ضلع سہارنپور کے دیہاتوں کی ممبر سازی کی لسٹ بھیجوں گا، میں امید کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا عہدیداروں کے نام اپنے رجسٹر میں درج کر کے کارلائقہ سے مطلع کریں گے۔

۲۹/ اکتوبر ۱۹۸٦ء　　　عبدالستار عزیزی

آج واقعہ بتاریخ ۱۳/ دسمبر ۱۹۸٦ء موضع شیر پور خانہ زاد پور میں برادری کے سدھار کے لئے ایک میٹنگ زیر صدارت ماسٹر عبدالستار ہوئی، جس میں اتفاق رائے سے فلاح و بہبود اور اتحاد قومی نیز برادری میں تعلیمی رجحان و دیگر انتظامات کو مضبوط کرنے کیلئے ۵/حضرات پر مشتمل کمیٹی تیار کی گئی، اتفاق رائے سے عہدیداروں کے نام پیش ہوئے:

(۱)رشید احمد: صدر

(۲)شبیر احمد: ممبر

(۳)محمد حنیف: ممبر

(۴)عبدالغفار: ممبر

(۵)عبدالغنی: ممبر۔

غـــزل

والد صاحب کی وہ غزل جوانہوں نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل کہی تھی:

کیا رکھیں تعلق ایسے نادانوں کے ساتھ
جن کو ہمدردی ہواپنوں سے نہ بیگانوں کیساتھ

دوریاں مٹ جائیں ساری سیکھ لے انساں اگر
جو صراحی کا عمل ہوتاہے پیمانوں کے ساتھ

گھر کی رونق آکے بازاروں میں رسوا ہوگئی
پھول کی زینت تو وابستہ تھی گلدانوں کے ساتھ

اس چمن میں آج اپنی قدر وقیمت کچھ نہیں
خون سے سینچا تھا ہم نے جس کو ارمانوں کیساتھ

نام لیوا کیا تیرے یونہی فنا ہوجائیں گے
اور کتنا ظلم ہوگا تیرے دیوانوں کے ساتھ

اے عزیزی جہد پیہم ہے بقائے زندگی
ورنہ کشتی ڈوب جائیگی طوفانوں کے ساتھ

دُعــــا

مندرجہ ذیل وہ دعا ہے جو وفات کے وقت والد صاحب کی جیب میں موجود تھی، اس کو رات کی تنہائی میں وہ اپنے رب سے مانگتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، یا اللہ! میں توبہ کرتا ہوں کفر سے، شرک سے، بدعت سے، جھوٹ بولنے سے، نماز چھوڑنے سے، پرایہ مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان لگانے سے، کسی پر ظلم کرنے سے، اور تمام گناہوں سے، چھوٹے ہوں یا بڑے، اندھیرے میں کئے ہوں یا اجالے میں، یا اللہ میری توبہ کو قبول فرما، اور مجھے توفیق دے اپنی رضامندی کی اور اپنی رضا والے اعمال کرنے کی، یا اللہ مجھے اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما، اپنی رضا کے لئے خاص فرما، یا اللہ روحانی وجسمانی تمام امراض سے میری حفاظت فرما، تمام گناہوں سے میری حفاظت فرما، اپنی معرفت نصیب فرما، اپنے رسول کی محبت نصیب فرما، اپنے ذکر کی حلاوت نصیب فرما، یا اللہ ذکر وفکر کی توفیق عطا فرما، نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرما، برے اعمال کرنے سے حفاظت فرما، پورے عالم کے اندر قرآن وسنت کی ہوائیں چلا، ساری دنیا کے مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت فرما، یا اللہ جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانی کو دور فرما، یا اللہ جو بے روزگار ہیں ان کو حلال پاک روزی نصیب فرما، جو بیجا مقدمات میں گرفتار ہیں ان کے رہائی کے اسباب پیدا فرما، یا اللہ جو بے اولاد ہیں ان کو نیک صالح اولاد عطا فرما، جن کے رشتے نہیں ہورہے ہیں ان کو صحیح رشتے عطا فرما، جو بے دین ہیں ان کو دیندار بنا، جو بے عمل ہیں ان کو نیک عمل کرنیکی توفیق عطا فرما، یا اللہ ہمارے کاروبار میں ترقی عطا فرما، ہم کو دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب فرما، یا اللہ جنھوں نے دعا کے لئے کہاہے یا لکھاہے یا ہم سے توقع رکھتے ہیں ان سب کی جائز تمناؤں کو پورا فرما، یا اللہ جو دعائیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی ہیں، وہ تمام دعائیں میرے حق میں بھی قبول فرما، اور جن چیزوں سے تیرے حبیب پاک نے تجھ سے پناہ مانگی ہے مجھے بھی ان چیزوں سے پناہ عطا فرما، ہمارے دونوں مدرسوں کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرما، تعلیم وتربیت کا اچھا انتظام فرما، تعلیمی وتعمیری ترقی عطا فرما، ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرما،

یااللہ اپنے پیارے لاڈلے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل سے میری تمام دعاؤں کو قبول فرما۔

وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه محمدو آله وصحبه اجمعین ،برحمتك یاارحم الراحمن

❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۵۳ کا﴾ (۲) کھانا صرف گھر کا ایک آدمی کھائے گا، پنچایتی طور پر پانچ روپیہ ہر فرد کو دینا ضروری ہوگا، یہ رقم چودھری صاحب کے ہاتھ میں ہوگی، چودھری صاحبان پورے گھر کی وصولیابی کے بعد لڑکی والے کے سپرد کردیں گے، کسی وجہ سے کوئی صاحب کھانے میں شرکت نہ کرسکے تو پانچ روپیہ اپنے کسی پڑوسی کے ہاتھ معذرت کے ساتھ ارسال کردیں گے، اگر ارسال نہ کریں تو اس رقم کی وصولیابی نائی کرے گا، بعد وصول یابی کل رقم لڑکی والے کو دی جائیگی۔

(۳) لڑکے والا لڑکی والے کے حسب ہدایت آدمی لائے گا، اگر زیادہ آدمی لائیگا تو ذمہ دار خود لڑکے والا ہوگا، اور قانون شکنی کرنے کا مجرم ہوگا، اس قسم کا مقدمہ صدر صاحب و ذمہ دار حضرات اور اس پنچایت کے ارکان کریں گے۔

(۴) حکم عدولی کرنیوالے حضرات پر پنچایت کے قانون کے مطابق سخت سزا دینے کا حق صدر صاحب اور اس پنچایت کے ارکان کو ہوگا۔

(۵) ہر عمل شرع محمدی سے ہوگا، کوئی عمل خلاف شرع نہ ہوگا، لڑکے والوں کو دعوت ولیمہ کرنا ضروری ہوگا، چاہے وہ صرف پانچ آدمی سے کرے۔

❁❁❁ ❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۵۵ کا﴾ اور اسے کون تسلی دے گا، ساس اور بہو کو تو چاہئے کہ وہ اس قسم کے پاکیزہ خیالات کو دل میں جگہ دیں کہ امور خانہ داری میں ایک دوسرے کی معاون ثابت ہوں اور یہ مشاہدہ ہے کہ اگر بوڑھوں اور سرپرستوں کے زیر سایہ بہو زندگی کا کچھ حصہ گزار دے تو زندگی کے مراحل میں ایسے تجربات اور ایسی پختہ کاری حاصل ہوجاتی ہے جو مستقبل میں مشعل راہ ثابت ہوتی ہے، لہٰذا بہو کو چاہئے کہ وہ نہایت خوش اخلاقی سے اپنے ساس سسر اور اہل خانہ کی خدمات سے فیض حاصل کرے اور ساس سسر کی بھی قدر کرے۔

اس طرح امید ہے کہ ایک گھر جنت نشاں بن جائے گا، اور خاندان کے ربط و تعلق اور محبت کی مثال بن جائے گا، اللہ تعالی بہو کو ساس، سسر اور اہل سسرال کی اور ساس سسر کو بہو کی قدر کرنے کی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁ ❁❁❁

ایک نواسے کے قلم سے

میرے ناناجان ماسٹر عبدالستار صاحب عزیزی رحمتہ اللہ علیہ مجھ سے کافی محبت کرتے تھے، وہ قرآن پاک سننے کا بڑا شوق رکھتے تھے، جب میں گھر ناناجان سے ملنے کیلئے آتا تھا، تو ناناجان مجھ سے فرماتے کہ: ’’افضل بیٹے! مجھے قرأت سناؤ، میں پڑھنا شروع کرتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور کہتے کہ تھوڑا بڑا رکوع پڑھا کرو، چنانچہ ان کے کہنے سے بڑے رکوع کی تلاوت کرتا تو وہ خوش ہوتے اور جھومتے‘‘۔

میرے ناناجان مجھ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ اگر چھٹی میں گھر آتا اور ناناجان سے نہیں ملنے آتا تو فوراً یاد کرتے اور فون کرکے بلاتے، ناناجان کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جس یاد کرکے رونا آتا ہے، ناناجان کی اولادوں میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، سب سے چھوٹی بیٹی جو حافظ قرآن ہے، وہ میری والدہ محترمہ ہے، ہم تین بھائی ہیں اور تینوں حافظ قرآن ہیں، میری والدہ نے ہم سب بھائیوں کو حافظ قرآن بنایا، یہ سب ہمارے ناناجان کی قربانیوں کا صلہ ہے، جو آج ہم سب بھائی حافظ قرآن ہیں، اللہ تعالی انہیں جنت میں جگہ عنایت فرمائے۔

قاری محمد افضل، جمال پور